بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

الفرقان

مئی ۱۹۶۹ء

مدیر مسئول
ابوالعطاء جالندھری

سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جامعہ احمدیہ کے کامیاب شاہدین ۱۳۴۸ھ - ۱۹۶۹ء کے ساتھ

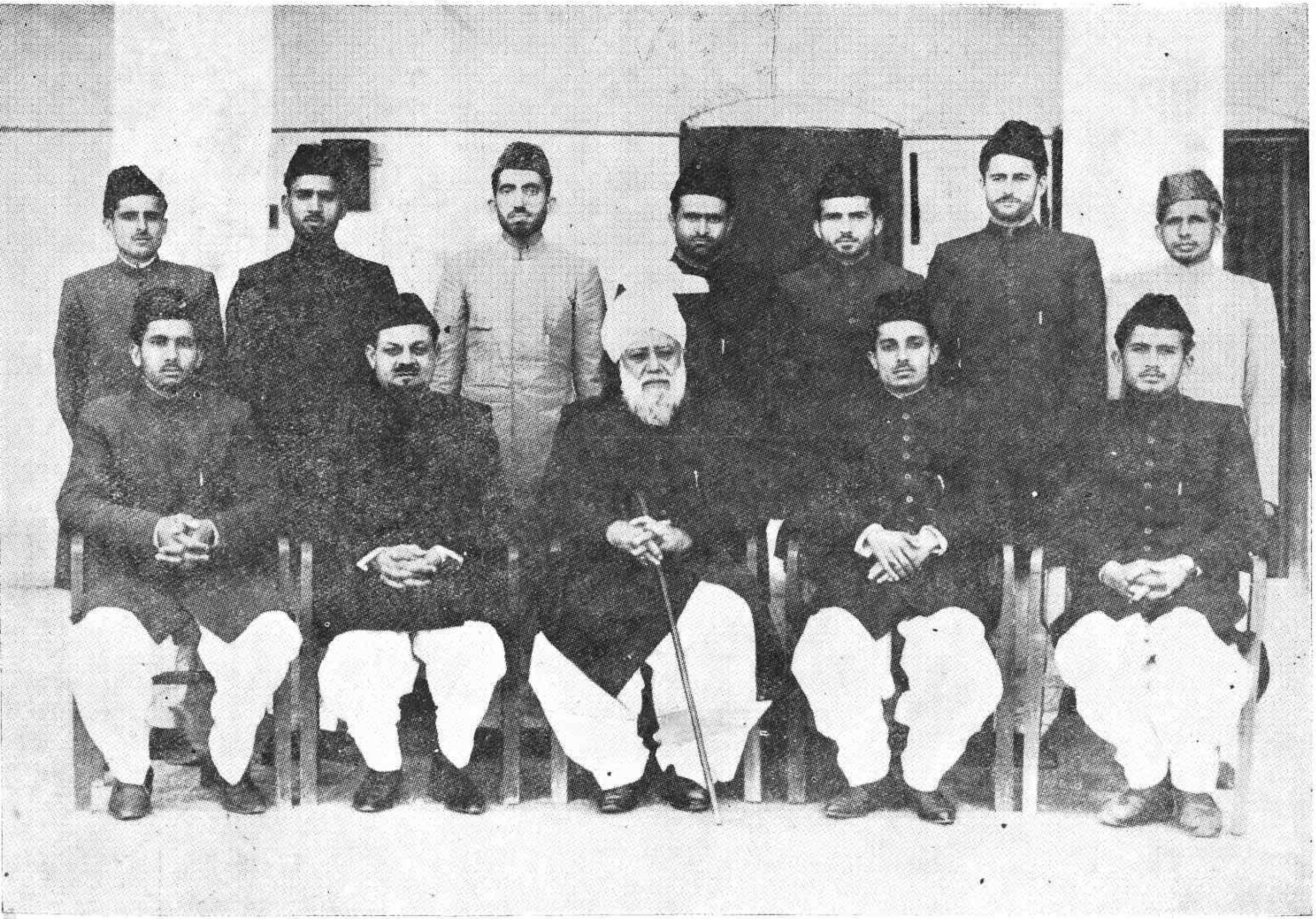

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۹ | ماہنامہ **الفرقان** ربوہ | ربیع الاوّل ۱۳۸۹ ہجری قمری
شمارہ ۵ | مئی ـــــ ۱۹۶۹ | ہجرت ۱۳۴۸ ہجری شمسی

تبلیغی و تعلیمی مجلہ

اغراض و مقاصد

۱۔ فضیلتِ اسلام کا بیان۔
۲۔ قرآنی حقائق کا ذکر۔
۳۔ مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کی تردید۔
۴۔ احمدیت (اسلام کی نشأۃ ثانیہ) کا تذکرہ۔

قواعد و ضوابط

۱۔ تاریخ اشاعت ہجری شمسی مہینہ کی پندرہ تاریخ ہے۔
۲۔ سالانہ زرِ اشتراک پیشگی:۔
پاکستان .. .. چھ روپے
بھارت .. .. آٹھ روپے
دیگر ممالک بحری ڈاک:۔ تیرہ شلنگ یا دس روپے
" " ہوائی ڈاک:۔ ایک پاؤنڈ دس شلنگ
۳۔ تمام رقوم بنام مینیجر الفرقان ربوہ بھیجی جائیں۔
۴۔ مضامین بنام ایڈیٹر الفرقان ارسال کئے جائیں۔

ادارہ

ایڈیٹر:۔ **ابوالعطاء جالندھری**

نائبین

۱۔ دوست محمد شاہد مولوی فاضل
۲۔ عطاء المجیب راشد ایم۔ اے

ترتیب

• ذکر الھند فی الاحادیث النبویۃ — ایڈیٹر — ص ۲
• البیان ـــــ (سورہ نساء ع ۱۹ کا سلیس اردو ترجمہ و مفید تفسیر) — " — ص ۹
• شذرات — " — ص ۱۳
• ایڈیٹر کی ڈاک سے (ایک نو احمدی بھائی کا خط) — " — ص ۱۶
• شوقِ جستجو (نظم) — جناب نسیم سیفی — ص ۱۷
• ساؤتھ ہال (لندن) میں ایک تازہ مناظرہ ـــــ جناب بشیر احمد صاحب رفیق امام مسجد لندن — ص ۱۸
• دو تبلیغی لطیفے جواب — ص ۲۲
• عقدہ کشائے قدسیاں آج یہی کتاب ہے (نظم) — جناب امین اللہ خان سالک — ص ۲۳
• چودھویں کے چاند کو دیکھ کر (نظم) — جناب مرزا محمد سلیم اختر — ص ۲۴
• حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے ـــــ جناب محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی — ص ۲۵
• سالکِ راہِ ہدیٰ حضرت محمد و احمد (نظم) — جناب سید محمد میاں صاحب تسلیم شاہجہانپوری — ص ۲۹
• ہماری نئی کتابیں (تبصرہ) — ادارہ — ص ۳۱
• پاکستان کا ایک قابلِ فخر مترجم — جناب شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی — ص ۳۲
• حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیاب یادگار (جامعہ احمدیہ ۱۹۶۹ء کے "شاہدین") — ایڈیٹر — ص ـــ
• اب تو روحِ رازدانِ تم ہو (نظم) — ناجی سبزواری — ص ۳۶

(طابع و ناشر:۔ ابوالعطاء جالندھری۔ مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ۔)

اداریہ

ذکر الہند فی الاحادیث النبویۃ

میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے! (اقبال)

اہم استفسار

مکرم مولوی محمد اشرف صاحب ناصر بہاولپور نے ہفت روزہ "اخبارِ جہاں" کراچی ۷ رمئی ۱۹۶۹ء کا ذیل کا تراشہ جو زیرِ عنوان "میرِ عرب صلی اللہ علیہ وسلم کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے" شائع ہوا ہے بھجوایا ہے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:-

"مکرمی۔ سلام مسنون۔ ایک حدیث شریف عرصے سے ہم سنتے آئے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" قیامت کے قریب زمانے کے نزدیک مجھے ٹھنڈی ہوا ہندوستان کی جانب سے آرہی ہے"۔ یعنی آخری زمانے میں اسلام کی سطوت جلوت اور روشنی ہندوستان میں رہ جائے گی۔ ان دنوں موجودہ پاکستان بھی ہندوستان کا ہی ایک حصہ تھا اس لئے سرورِ کائناتؐ کی یہ پیشگوئی پاکستان کے متعلق بھی ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہ پیشگوئی سو فیصدی پاکستان کے ہی متعلق ہے۔

شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے بھی اپنی ایک مشہور نظم "ہندوستان" میں سرورِ کائناتؐ کی اس پیشگوئی کے متعلق یوں اشارہ کیا ہے ؎

ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے
پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے
وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے
میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

چشتیؒ نے جس زمیں میں پیغامِ حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

علامہ اقبال نے اپنی اس نظم میں (جو بانگِ درا صفحہ ۸۸ پر موجود ہے) صاف اشارہ کیا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخری زمانے میں مجھے ٹھنڈی ہوا ہندوستان کی جانب سے آرہی ہے۔

راقم الحروف نے صحاحِ ستہ کی تمام کتبِ حدیث کی چھان بین کی ہے لیکن مجھے یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں ملی

اپنی کمرشل ڈگریوں اور ڈپلوموں کے علاوہ میں ایم اے (اسلامیات) بھی ہوں۔ اس لحاظ سے راقم الحروف کی "پہنچ" جن جن کتبِ حدیث و فقہ تک تھی وہ تمام کی تمام دیکھی گئیں لیکن مجھے یہ حدیث کہیں نہیں ملی۔ اُدھر علامہ اقبال جیسا "وسیع مطالعہ" کا حامل ادیبِ مشرق اور عالم غلط بات نہیں لکھ سکتا تھا۔ کیا آپ تکلیف فرما کر یہ مشکل حل کریں گے اور ہمیں بتلائیں گے کہ یہ حدیث کس کتاب میں موجود ہے؟ اگر صفحہ کا حوالہ بھی دیدیا جائے تو بہت ہی بہتر ہوگا۔ جزاک اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

نیاز کیش۔ احسان قریشی صابری

پرنسپل گورنمنٹ کمرشل ٹریننگ کالج سیالکوٹ

جواب۔ محترمی۔ السلام علیکم!

آپ کا مکتوب گرامی ہماری علمی تلاش و تحقیق میں بے حد سود مند اضافے کا باعث ہوا۔ اپنی بجہ بڑی احتیاط اور کافی غور و خوض کے ساتھ ہم نے احادیثِ مقدسہ کی ان تمام مستند کتابوں کا مطالعہ کیا جو ہم فراہم کر سکے اور واقعی یہ حدیث جس کا آپ نے تذکرہ کیا ہے ہمیں بھی صحاحِ ستہ کی کسی کتاب میں نہیں ملی!

مزید تصدیق کے لئے چند علماء سے بھی رجوع کیا گیا۔ جن میں مولانا عبدالحامد بدایونی صدر جمعیۃ العلماء پاکستان۔ مولانا محمد ستین خطیب فاضل دیوبند اور علامہ رشید ترابی بھی شامل ہیں۔ ان تمام معتدد حضرات کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان کی نظر سے نہیں گزری۔ آپ خود اسلامیات میں ایم اے ہیں ظاہر ہے کہ اس علمی فضیلت کو بھی آسانی سے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا یہ امر تو ہر شک و شبہ سے بالا ہے کہ احادیث کی معتبر اور مستند کتابوں میں یہ حدیث نہیں ملی!

جہاں تک حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کا تعلق ہے وہ مفکرِ پاکستان ہیں۔ شاعرِ مشرق ہیں اور عالمِ اسلام کے ایک ممتاز دانشور ہیں لیکن مرحوم نہ خود محدّث ہونے کے مدعی تھے! اور نہ ان کے عقیدتمندوں میں سے کسی نے یہ اصرار کیا ہے! قیاس غالب ہے کہ حضرت علامہ نے بھی کسی معتبر شخصیت سے یہ سنا ہو۔ بہرحال علامہ اقبالؒ نے اس مصرعہ میں یہ اشارہ کیوں کیا! اس کی کوئی معتبر وضاحت ہمارے لئے ممکن نہیں ہے! البتہ ہم قارئین اخبارِ جہاں اور دوسرے اربابِ علم و فضل سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر یہ حدیث ان کے علم میں ہو تو مہربانی فرما کر ہمیں لکھیں! تاکہ نہ صرف یہ کہ ایک علمی خدمت کا ثواب حاصل ہو جائے بلکہ تشنگانِ علم کی تشنگی بھی رفع ہو۔" (اخبارِ جہاں کراچی ۲ مئی ۱۹۶۹ء)

شعر کے مطلب کی وضاحت اور اس کا ثبوت

فاضل مستفسر جناب احسان قریشی صابری نے شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے زیرِ استفسار شعر کا مطلب بایں الفاظ بیان کیا ہے کہ :-

"آخری زمانے میں اسلام کی سطوت و جلوت اور رونق ہندوستان میں رہ جائے گی
ان دنوں موجودہ پاکستان بھی ہندوستان کا ہی ایک حصہ تھا۔"

علماء نے حدیثِ مطلوب کے بارے میں استفسار پر صاف کہہ دیا ہے کہ "یہ حدیث ان کی نظر سے نہیں گزری" یعنی وہ نہیں

جانتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں اسلام کی سطوت و روشنی کے ہندوستان سے پھیلنے کے بارے میں اشارہ کیا ہو۔ ہمارے نزدیک علامہ اقبال کا بیان درست ہے کیونکہ احادیثِ نبویہ میں یہ بھی ذکر ہے کہ "آخری زمانہ میں اسلام کی سطوت و روشنی" پھیلے گی اور یہ بھی صاف اشارہ ہے کہ اس کا آغاز سرزمینِ ہند سے ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ احادیثِ نبویہ کو مجموعی طور پر زیرِ غور لایا جائے اور پیشگوئیوں میں بشارات و استعارات کے اصول کو مدِنظر رکھا جائے۔ ہم ذیل میں [illegible] کے متعلق احادیث نبویہ کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔

آخری زمانہ میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً فرمایا "مثل امتی مثل الغیث لا یدری آخرہ خیر ام اولہ" کہ میری امت کی مثال اس بارش کی ہے جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ اس کا آخری حصہ زیادہ بابرکت ہے یا پہلا حصہ۔ اسی حدیث میں ہے کیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا (مشکوۃ المصابیح ص۵۸۳) گویا امت کے اول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس ہیں اور امت کے آخر میں حضورؐ کی تاثیرات بذریعہ مسیح موعود ہوں گی۔

ایک اور حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انہ سیکون فی آخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجر اولھم یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن (مشکوۃ ص۵۸۴) کہ اس امت کے آخری حصہ میں ایک قوم ہوگی جن کو صحابہؓ کی مانند اجر و ثواب ملے گا۔ وہ امر بالمعروف کریں گے اور نہی عن المنکر ان کا کام ہوگا وہ اہلِ فتن کا مقابلہ کریں گے۔

امام احمد اور الدارمی کی روایت ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا ہم سے بھی بہتر مسلمان ہونگے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نَعَمْ قَوْمٌ یَکُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِکُمْ یُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَلَمْ یَرَوْنِیْ (مشکوۃ ص۵۸۴) ہاں ایسے لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے انہوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا مگر ان کو مجھ پر اعلیٰ درجہ کا ایمان ہوگا وہ تم سے بھی بہتر ہوں گے۔

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں اسلام کے دوبارہ پھیلنے کا صریح ذکر فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم کی یہ حدیث بھی خاص توجہ کے قابل ہے کہ جب سورہ جمعہ نازل ہوئی اور صحابہؓ نے وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون لوگ ہوں گے تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ فارسی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عند الثریا لنالہ رجالٌ من ھؤلاء۔ کہ اگر ایمان کہکشاں پر بھی جا چکا ہوگا تب بھی ان لوگوں میں سے کچھ مرد اسے واپس زمین پر لے آئیں گے (مشکوۃ ص۵۷۶) ھؤلاء کا مشار الیہ بعض علماء نے اہلِ فارس کو قرار دیا ہے

اور بعض نے کہا ہے کہ تمام اہلِ عجم مراد ہیں کیونکہ آخَرِیْنَ کا لفظ اُمّیین کے مقابل میں آیا ہے۔ حدیث نبوی سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں ایمان کو ثریا سے واپس لانیوالے عجمی اور فارسی الاصل لوگ ہیں۔

اِس جگہ اس حدیث نبوی کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں جب اسلام کمزور ہو جائے گا تو بے وطنی میں ہی اور غریب الدیار مخلصین کے ذریعہ سے ہی اُسے سطوت و غلبہ حاصل ہوگا فرمایا: انّ الدّین بدأ غریباً و سیعُودُ کما بدأ فطوبیٰ للغرباء (الترمذی) گویا فارسی الاصل لوگوں کا وہ گروہ جو آخری زمانے میں اسلام کی سطوت دوبارہ پھیلانے والا یا ایمان کو کہکشاں سے لانے والا ہوگا وہ اپنے وطن سے دُور ہوگا غریب الدیار لوگوں کا گروہ ہوگا۔

آئیے اب اِس جگہ ایک مرتبہ پھر علامہ اقبال کے اشعار کو پڑھیں۔ کہتے ہیں ؎

ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے
پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے
وحدت کی لَے سُنی تھی دنیا نے جس مکاں سے
میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

ملکِ ہند اور اسلامی فتوحات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے شاندار مستقبل کے بارے میں نشأۃ ثانیہ کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستان کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں غزوۃ الہند کا وعدہ دیا ہے۔ پھر حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امّتی احرزھما اللہ تعالیٰ من النار عصابۃ تغزو الھند وعصابۃ تکون مع عیسی بن مریم (النسائی جلد ۲ صفحہ مطبوعہ دہلی) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے دو گروہوں کو اللہ تعالےٰ نے آگ سے محفوظ فرما دیا ہے۔ ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں غزوہ کریگا اور ایک وہ گروہ جو حضرت عیسےٰ مسیح موعود کے ساتھ ہوگا۔

اِسی سلسلہ میں کتاب الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ مصنفہ امام محمد البرزنجی کا یہ اقتباس بھی ایمان افروز ہے:-

ثم یتمھد الارض للمھدی ویلقی الاسلام بجرانہ ویدخل فی طاعتہ ملوک الارض کلھم ویبعث بعثاً الی الھند فیفتح و یؤتی بملوک الھند مغللین۔

کہ امام مہدی کے لئے زمین ہموار ہو جائیگی اور اسلام کو پورا ٹھکانہ مل جائیگا اور سب مُلکوں کے بادشاہ اسکی اطاعت میں داخل ہو جائیں گے۔ امام مہدی ایک لشکر ہندوستان کی طرف بھیجے گا اسے فتح حاصل ہوگی اور ہندوستانی بادشاہ قیدیوں کی شکل میں اس کے سامنے لائے جائیں گے (اِن آخری تینوں احادیث کو ملا نا

آزاد بلگرامی نے اپنی مشہور کتاب سُبحۃ المرجان فی آثار ھندوستان کے ص ۲ پر بھی درج کیا ہے)

ہم لکھ آئے ہیں کہ قدیم سے الٰہی پیشگوئیوں میں اشارات و استعارات کا اصول جاری ہے۔ اگر اسے مدنظر رکھا جائے تو مذکورہ بالا روایات سے صاف عیاں ہے کہ آخری زمانہ میں اسلام کی ترقی اور فتوحات کا مرکز ہندوستان ہے امام مہدی کے ظہور و غلبہ کا بھی اتمام اسی جگہ ہوگا۔ آخری زمانہ میں اسلام کی جس عظیم نشاۃ ثانیہ کا وعدہ تھا وہ بھی اسی جگہ سے پورا ہونے والا تھا۔ حدیث یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ (جواہر الاسرار) میں بھی امام مہدی کے ظہور کیلئے جس کدعہ بستی کا ذکر کیا گیا ہے وہ اسی ملک ہند میں واقع ہے (سمجھنے والے سمجھ لیں) بہرحال احادیث صریح طور پر بتا رہی ہیں کہ آخری زمانے میں اسلام کی جس سطوت و جلوت اور روشنی کے پھیلنے کا وعدہ کیا گیا تھا اس کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر ملک ہند کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آپؐ کا یہ اشارہ اسی بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو یہ اطلاع مل چکی تھی اور آپؐ کو اس ملک کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آ چکی تھی۔

ارضِ ہند مہبطِ آدمؑ ہے

احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے اُترنے کا اوّلین مقام ہندوستان ہے یہی ان کا مسکن رہا اور بعض روایات کے مطابق یہیں ان کا مدفن ہے۔ جناب مولوی حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:-

"اسلامی کتابیں یہ بتاتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان ہی میں اُتارے گئے اور یہاں ہی انہوں نے سکونت کی اور یہاں ہی سے انکی نسل دنیا میں پھیلی" (پمفلٹ ہمارا ہندوستان ص۲ مطبوعہ دہلی)

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب سُبحۃ المرجان میں اس بارے میں جو روایات جمع کی ہیں ان کا اختصار یوں ہے:-

(الف) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وادی مکہ کے علاوہ ہندوستان کی وہ وادی بھی بہترین ہے جہاں حضرت آدمؑ کا نزول ہوا تھا۔ (ص۸)

(ب) الشیخ علی الرومی کہتے ہیں کہ پہلا ملک جہاں پر پہلے معلّم ابوالبشر حضرت آدمؑ کے ذریعہ حکمت کے چشمے جاری ہوئے ہندوستان ہے پھر حرم مکہ معظمہ (ص۸)

(ج) امام غزالی کا قول ہے کہ حضرت آدمؑ کا نزول سرزمین ہند میں پہاڑ بوذ پر ہوا تھا (ص۸)

(د) امام سیوطی نے درّ منثور میں امام حسنؓ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدمؑ ہندوستان میں اُتارے گئے تھے (ص۸)

(ھ) حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ زمین ہندوستان حضرت آدمؑ کا مہبط ہے۔ (ص۸)

(و) امام بیہقی نے عطاء سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ ہندوستان میں اُترے تھے۔ (ص۸)

(ز) ابن جریر نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے انّ اللہ اوحی الی آدم وھو ببلاد الھند ان حج ھذا البیت فحج۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ

پر جبکہ وہ ہندوستان میں تھے وحی نازل کی کہ بیت اللہ کا حج کریں چنانچہ انہوں نے حج کیا۔ (ص۹)

ہندوستانی درختوں کی خوشبو کا بھید

جناب ناظم جمعیتِ علماءِ ہند لکھتے ہیں :۔

"ارضِ ہند جو آدمؑ کی سب سے پہلی منزل تھی تمام دنیا سے زیادہ جنت کی نعمتوں سے فیض یاب ہوئی اسی مفہوم کو الہامی زبان میں حضرت سدیؒ نے یوں روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائے تو ایک ہاتھ میں جنت کا وہ یاقوت تھا جس کا نام حجرِ اسود ہے اور دوسرے ہاتھ میں جنت کے درختوں کے کچھ پتّے تھے چنانچہ ہندوستانی درختوں کی خوشبو انہی پتّوں کے اثرات باقیات میں سے ہے۔ (دلائلِ نبوت بیہقی) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نقل کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت سے آدمؑ کو روانہ کیا تو جنت کے پھلوں کا توشہ عنایت فرمایا۔"

(رسالہ ہمارا ہندوستان ص۱۹)

سرزمینِ ہند نورِ محمدیؐ کا پہلا مطلع ہے

مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند بحوالہ سُبحۃ المرجان اپنے بیان میں لکھتے ہیں :۔

"سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نورِ مقدس جو سب سے پہلے پیدا کیا جا چکا تھا۔ حضرت آدمؑ کے صلبِ مقدس سے منتقل ہو کر اپنے زمانہ کے بہترین آباء اور بہترین اُمہات کے ذریعہ سے جملہ منازل طے کرتا ہوا اُفقِ مکّہ سے طلوع ہوا۔ چونکہ حضرت آدمؑ اور آپ کے بعد حضرت شیث علیہ السلام ہندوستان میں سکونت پذیر تھے اسلئے لامحالہ نورِ محمدی اور اس فضلِ سرمدی کا سب سے پہلا مطلع ارضِ ہند ہے اور سب سے آخری مشرق حجازِ پاک ہے۔ چنانچہ اس موقع پر عہدِ رسالتؐ کے مشہور شاعر اور جلیل القدر صحابی حضرت کعب بن زہیرؓ کا یہ شعر کس قدر معنی خیز ہے ؎

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُولُ

یعنی بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برہنہ تیز تلوار ہیں جو ہندوستانی ساخت کی ہے۔"

(رسالہ ہمارا ہندوستان ص۱۷)

پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائی تعلق کی بنا پر بھی سرزمینِ ہند سے ٹھنڈی ہوا کا آنا ضروری تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاھبطنی الی الارض فی صلب آدم۔کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آدمؑ کی پشت میں زمین پر اُتارا۔" اس حدیث سے مولانا آزاد بلگرامی استدلال فرماتے ہیں :۔

فَثَبَتَ اَنَّ الْھِنْدَ ھُوَ مَطْلَعُ
النُّوْرِ الْمُحَمَّدِیِّ وَمَبْدَأُ
ھٰذَا الْفَیْضِ السَّرْمَدِیِّ۔"
(سُبْحَۃُ الْمَرْجَان ص)

خلاصۂ کلام

ان جملہ احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں اسلام کے غلبہ کا مرکز ارضِ ہند جس میں پاکستان شامل ہے مقرر ہے۔ اسلام کے خلاف پیدا ہونے والے فتنوں کا استیصال کرنے والی صحابہؓ کے رنگ کی جماعت کا آغاز اسی خطۂ زمین سے مقدر تھا۔ نیز یہی وہ پاک زمین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا ہبط بنایا اور انوارِ محمدی سے اسے منوّر کیا۔ پس حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے صاف واضح ہے کہ آپؐ کو اس جگہ سے ٹھنڈی ہوا پہنچی تھی ماضی کے بارے میں بھی اور مستقبل کے متعلق بھی۔ لہٰذا علامہ اقبالؔ نے درست فرمایا ہے ؎

میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے +

قابلِ توجہ اقتباس

پیغمبرانہ عزم و عزیمت کی ضرورت

مولانا عبدالماجد ایڈیٹر صدقِ جدید لکھنؤ لکھتے ہیں :۔

"پاکستان کا اصل مقصود دنیوی حکومت حاصل کرنا تھا۔ مسلمان قوم ملّت کو آزادی دلانا بھی داعیانِ پاکستان اسی مطالبہ کو لیکر اُٹھے تھے۔ تحت الشعور میں البتہ یہ بات تھی کہ جب قوم کو آزادی حاصل ہوگی تو قدرۃً وہ اپنے ہی قانون اور اپنے ہی نظامِ حکومت کا انتخاب کریگی۔ اس راہ کی پیچیدگیاں، گتھیاں اور لاینحل دشواریاں ہرگز نہ شعور میں تھیں نہ لاشعور میں بس ایک ہی مجمل، مبہم اور نہایت پُرجوش نعرہ تھا کہ زبان اور حلقوں سے نکل گیا تھا (سوراج ہی کے نعرے کی طرح جو سارے ہندوستانیوں کی ملک تھا) اسکے مضمرات ومقتضیات کا 'واضح کیا معنی' دھندلا خیال نہ مسلمانوں کے چھوٹوں کے دل میں آیا نہ بڑوں کے۔ بھولی قوم کی طرح لیڈر بھی کچھ ایسے ہی بھولے بھالے تھے! بلکہ بھولے پن میں شریک"

یہ سطریں ختم ہو چکی تھیں کہ حضرت اکبر کا ایک شعر دماغ میں گونج گیا ؎

کہدیا میں نے کہ "ہوں" اور یہ نہ سمجھا کہ کیا
اس خودی کا حشر کیا ہوتا ہے دیکھا چاہیئے!

جدید آفاقی تمدن کی فضا محض اسلامی نہیں مطلق مذہبی تصور سے اس درجہ نامانوس ہو چکی ہے کہ اب کوئی سوال مومن کافر کی تفریق کا باقی ہی نہیں رہ گیا ہے بلکہ تفرقہ کی بنیادیں بالکل ہی دوسری (رنگ و نسل، زبان، اقتصادیات، جغرافیہ وغیرہ کی) بنیادوں پر قائم ہو چکی ہیں کہ اب دنیا کو دین و مذہب

النسآء ع ۱۶

البَیَانُ

قرآن مجید کا سلیس اُردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ

یقیناً ہم نے ہی تیری طرف اس کامل کتاب کو حق کے

بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ

ساتھ اتارا ہے تا تو لوگوں کے درمیان اس بصیرت و تعلیم

بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ

کے مطابق فیصلے فرمائے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے دکھائی اور سمجھائی ہے

لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ۝ وَّ

تو خیانت کرنیوالوں کے حق میں جھگڑنے والا نہ بن۔ اور

اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت طلب کرتا رہ۔ اللہ تعالیٰ بہت

غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ وَلَا تُجَادِلْ

بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی جانوں

تفسیر:-

(۱) قرآن مجید حق و صداقت پر مشتمل ہے، اس کی سب تعلیمات دائمی اور ناقابلِ نسخ ہیں۔ یہ کامل کتاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تاکہ آپ تمام لوگوں کے درمیان جن میں اہلِ مذاہب اور دہریے بھی شامل ہیں مدلّل فیصلے فرمائیں۔ دوسری جگہ فرمایا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل) کہ قرآنی تعلیمات سب سے بہتر اور پائیدار ہیں۔ قرآن صحیح عقائد اور صالح اعمال کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اسکے ساتھ جو خدا نے تجھے دکھایا ہے یعنی جو خاص فہمِ قرآن آپؐ کو عطا ہوا ہے اسکی روشنی میں فیصلے کریں۔ اس سے احادیثِ صحیحہ کی اہمیت ظاہر ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے امور کا فیصلہ کرتے وقت غلطی سے محفوظ رہنے کے لئے اِسْتِغْفَار کی راہ بتائی ہے۔ استغفار کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ہی آپؐ کو ہر قسم کی غلطی اور اتلافِ حقوق سے محفوظ فرماتا تھا ورنہ جہاں تک آپ کے انسان ہونے کا تعلق ہے آپؐ نے خود فرمایا ہے کہ میں

عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ

یا اپنے بھائیوں کی خیانت کرتے ہیں تو انکی طرف سے دفاع یا جھگڑا نہ کر

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو بہت خیانت کرنیوالے

اَثِيْمًا ۝ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ

اور سخت گنہگار ہیں۔ وہ لوگ دوسرے لوگوں سے چھپنے کی کوشش کرتے ہیں

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ

لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے تو چھپ نہیں سکتے وہ (اللہ تعالیٰ) تو

مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى

اسوقت بھی انکے ساتھ ہوتا ہے جبکہ وہ راتوں کو (ایسی تنہائی میں) باہمی ایسے

مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا

زبانی منصوبے باندھتے جن کو اللہ تعالیٰ بالکل پسند نہیں کرتا۔ جو کام وہ

يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝ هٰٓاَنْتُمْ

کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا احاطہ کرنیوالا ہے۔ خبردار! تم وہ لوگ ہو

هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي

جو ان کی طرف سے اس ورلی زندگی میں قولی دفاع

لسان فریق کے دلائل سے متاثر ہو کر اسکے حق میں فیصلہ کرسکتا ہوں (بخاری و مسلم) یہ استغفار ہی تھا جس کی برکت سے تمام نبوی فیصلے درست ہوتے تھے اور واجب التعمیل قرار دیئے گئے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ جو لوگ خیانت کا ارتکاب کریں، کسی کی حق تلفی کریں انکی طرف سے کسی قسم کا دفاع قبول نہ کیا جائے بلکہ ہمیشہ صحیح صحیح فیصلہ صادر کیا جائے۔ اپنے بھائیوں کی خیانت معاشرہ کی نسبت سے اپنی ہی خیانت ہے۔ پھر جو ذمہ داریاں انسان پر عائد ہیں ان کو ادا نہ کرنا خود اپنے نفس کی خیانت ہے۔ خیانت قولی بھی ہوتی ہے عملی بھی۔ مال کی خیانت بھی خیانت ہے اور حقوق کی عدم ادائیگی بھی خیانت ہے۔ وہ لوگ جو خیانتوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور گناہوں میں لت پت رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اسلئے ان کی طرف سے جدال و دفاع بھی ناپسندیدہ ہے ہاں انہیں توبہ کی تلقین کرنا ضروری ہے۔

(۴) گناہ اور خیانت کے ارتکاب پر انسان اسی وقت بیباک ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر نہیں جانتا۔ اس کا ایمان اس بارے میں کالعدم ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کو یقین ہو کہ میں خدا کے سامنے ہوں اس سے چھپ نہیں سکتا تو وہ گناہ پر بیباک نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خائن اور گناہ گار لوگوں سے تو چھپ سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے تو پوشیدہ نہیں ہو سکتے اسلئے انہیں ناروا منصوبے کرنے سے اگناہوں کے ارتکاب سے خیانتوں پر

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تف فَمَنْ

کرتے ہو (مگر سوچو تو سہی) کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ

يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ

کے سامنے ان کی طرف سے کون جھگڑا

الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ

کر سکے گا؟ یا ان کا کون

عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ

کارساز ہوگا؟ - ہاں جس شخص نے بُرا

سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ

عمل کیا یا اپنی جان پر ظلم کیا پھر

يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ

اللہ تعالیٰ سے صحیح معنوں میں مغفرت چاہی تو وہ اللہ تعالیٰ کو

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ

بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنیوالا پائیگا۔ جو شخص

يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا

جان بوجھ کر گناہ کرتا ہے وہ اسے اپنی ہی جان

جرأت کرنے سے بچنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ان کے ساتھ ہے اور ان کے تمام اعمال اس کے علم میں ہیں وہ ان کی سزا دینے پر قادر ہے۔

(۵) بعض دفعہ انسان اپنے عزیز دل رشتہ داروں یا دوستوں کے گناہ کو کم کرنے یا انہیں سزا سے بچانے کے لئے بعض غلط توجیہات پیش کرتا ہے۔ وکلاء بسا اوقات مجرموں کی جھوٹی وکالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریق سے منع فرمایا ہے۔ فرماتا ہے کہ اگر اس فانی زندگی میں تم ان مجرموں کو شرعی و قانونی سزا سے غلط طریق اختیار کرکے بچا بھی لوگے تو آخر سب کو اللہ رب العزة کے سامنے تو پیش ہونا ہے۔ انسان حاکموں کو تم مغالطہ دے سکتے ہو مگر خدائے علام الغیوب کے سامنے پیش ہو کر تم ایسے مغالطے نہیں دے سکتے پس صحیح ایمان پیدا کرو اور گناہ و خیانت سے بچو اور توبہ کرو ورنہ قیامت کی سزا سے بچنا ناممکن ہے۔ وہاں کوئی رشتہ دار یا دوست کام نہ آئے گا اور نہ کوئی شخص دوسرے کی وکالت کر سکے گا۔

(۶) ہاں یہ راستہ ہر گناہ گار کے لئے کھلا ہے کہ اگر اس سے گناہ یا ظلم ہو گیا ہے تو وہ توبہ و استغفار کرے، گناہ سے باز آئے اور ظلم کا ازالہ کرے۔ اندریں صورت اللہ تعالیٰ کی بخشش و رحمت اس کو ڈھانپ لے گی۔

(۷) فرمایا کہ اس بات کو کبھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ گناہ کی سزا گناہ کے مرتکب پر ہی پڑتی

يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ

کے خلاف کماتا ہے (یعنی اسی پر اس کا وبال ہو گا)۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور بڑی حکمتوں کا مالک ہے۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ

جو شخص خود کسی بدی یا گناہ کا ارتکاب

اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا

کرے پھر کسی بے گناہ پر اس کا اتہام لگا دے، اس

فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا

کی طرف منسوب کر دے تو اس نے کھلے بہتان

وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ ۱۶ ع ۸ ۱۳

اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔

ہے اور وہی اپنی بدی کا ذمہ دار ہوتا ہے اور وہی اس کا خمیازہ بھگتتا ہے۔ یہ نہیں کہ گناہ تو ظالم کرے اور سزا مسیح کو دی جائے۔ یہ عقل و فطرت کے خلاف ہے۔

(۸) خود گناہ کرنا بھی بُری بات ہے۔ اس سے بھی اجتناب لازمی ہے مگر خود گناہ کر کے دوسرے کے ذمہ تھوپ دینا، دوسرے پر اتہام و الزام لگا دینا اس سے بھی گھناؤنا فعل ہے۔ ایسا کرنا سخت معیوب ہے۔ ایسا بہتان تراش اور گناہ گار انسان بہت بُرے فعل کا مرتکب قرار پاتا ہے۔ بس گناہ کرنے سے بھی بچو، اور اگر گناہ ہو جائے تو توبہ و استغفار کرو۔ یہ نہ کرو کہ اپنے گناہ دوسروں کے ذمہ لگا دو۔ یہ طریق ایمانداری کے صریح منافی ہے۔ اسلام نے دل کی پاکیزگی کو ہستی باری تعالیٰ پر زندہ ایمان کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ زندہ ایمان ہی گناہ سوز ہوتا ہے۔ دل کی پاکیزگی کے حاصل ہو جانے پر انسان گناہوں کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔ نجات کا یہی اسلامی فلسفہ ہے ☆

الفرقان کا آئندہ خاص نمبر

احباب یہ پڑھ کر خوش ہوں گے کہ الفرقان کا آئندہ شمارہ قرآن مجید کے محکم کتاب ہونے پر خاص نمبر ہو گا۔ جو لوگ قرآن مجید کی آیات میں منسوخ آیات کے قائل ہیں ان کی تردید کی جائیگی اور قرار دی گئی منسوخ آیات کی صحیح تفسیر و تبیین بیان کی جائے گی۔ یہ لا نسخ فی القرآن نمبر ۱۵ ر جون ۱۹۶۹ء کو خریداران کے نام پوسٹ ہو جائے گا انشاء اللہ۔

(مینیجر الفرقان۔ ربوہ)

شذرات

(۱) مسیح کے شاگردوں کی حالت

مسیحی رسالہ کلامِ حق گوجرانوالہ لکھتا ہے :-

"جب مسیح خداوند مصلوب ہونے کے لئے پکڑوایا گیا تو اس کے تمام شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پطرس جو بڑے دعوے سے کہتا تھا کہ مَیں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا اس نے تین دفعہ مسیح کا انکار کیا"
(اپریل سنہ ۶۹ء صلا)

الفرقان - اگر اس موقعہ پر کوئی انجیل کے مطابق کہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو عیسائی پادریوں کے پاس کیا جواب ہے؟

(۲) بائیبل میں تحریف لفظی و معنوی

فاضل مدیر کلامِ حق گوجرانوالہ لکھتے ہیں :-

"سنہ ۱۹۵۲ء کی امریکن بائیبل میں تحریف لفظی و معنوی کی گئی ہے جو اس کے اوراق کو درہم برہم کرنے سے صاف نظر آتی ہے عقل پرست دریدہ دہن علماء دہریت و نام نہاد علمائے مسیحیت نے بائیبل کا پیرہن چاک کر کے اسے ننگا کر کے لا کھڑا کیا ہے تاکہ وہ دُنیا کی نظر میں ذلیل و حقیر عام کتاب کی شکل بن جائے ... حذف شدہ الفاظ و آیات کی تعداد تو بہت ہے لیکن طوالت کے خوف کے باعث چند آیات — ۴۵ آیات — آپ کی توجہ کے لئے پیش خدمت ہیں"
(کلامِ حق اپریل سنہ ۶۹ء صلا)

الفرقان - اب تو عیسائی صاحبان کو تحریفِ بائیبل سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔

(۳) "حضرت موسٰی کوئی تاریخی شخص نہ تھا"

لکھا ہے کہ: "سنہ ۱۸۶۲ء میں بشپ کلینزو (Clenso) نے ۹ سال کی تحقیقات کے بعد تورات اور یشوع کی کتاب پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت موسٰی کوئی تاریخی شخص نہیں تھا اسلئے وہ تورات کی کتاب کا مصنف نہیں ہے"
(کلامِ حق اپریل سنہ ۶۹ء صش)

الفرقان - پادری صاحبان تو کہتے ہوں گے ؏

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما

(۴) امریکن علماء مسیحیت کے نظریئے

عیسائی رسالہ کلام حق لکھتا ہے:۔

(الف) "بائیبل کے امریکن علماء کا خیال ہے کہ انہیں نجات کے لئے مسیح کے کفارہ کی ضرورت نہیں بلکہ انہیں خداوند یسوع مسیح کے اعلیٰ تصورات 'نیک اطوار' ریاضت اور نمونہ کی ضرورت ہے جس کی تلقین کرنا ان پر فرض ہے۔"

(ب) "امریکن علماء جنہوں نے مرقس کی ۱۶: ۹--۲۰ بمع لوقا کی انجیل کی بعض مذکورہ بالا آیات کو نکالا ہے ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ مسیح کا جی اٹھنا ایک دغابازی کا فعل ہے۔

(کلام حق اپریل ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۱)

الفرقان۔ ان نظریات کے ماننے سے مسیحیت کا کیا باقی رہ جائے گا۔ اس کے بارے میں مدیر کلام حق نے اسی جگہ لکھ دیا ہے کہ:۔

"اگر مسیحیت سے کفارہ اور صلیب اور اس کی یادگار پاک عشاء کو نکال دیا جائے تو مسیحیت پر ظلمت طاری ہو جائیگی"

کیا آپ کو ابھی کسر صلیب کے ماننے میں شک ہے؟

(۵) کیا شاگردوں کو مسیح کے جی اٹھنے کی امید تھی؟

ایک پادری صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"واقعات کا بغور مطالعہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ (مسیح کا جی اٹھنا) ایک وہمی بات نہ تھی بلکہ یہ ایک حقیقت تھی۔ وہمی بات ہونے کا امکان اس وقت ہوتا اگر شاگردوں کو امید ہوتی کہ وہ مُردوں میں سے جی اٹھے گا۔ جس چیز کی ہمیں اُمید ہو وہ چیز وہم یا دھوکے کی صورت میں سامنے آسکتی ہے لیکن شاگردوں کو ایسی امید نہ تھی؟" (کلام حق اپریل ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۹)

الفرقان۔ دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ اوّل یہ کہ مسیح نے انہیں یہ بتایا ہی نہ ہو کہ میں جی اٹھوں گا۔ دوم یہ کہ وہ مسیح کی بات کو سچا نہ سمجھتے ہوں۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کونسی صورت واقع ہوئی تھی؟ اگر مسیح نے اپنے جی اٹھنے کا ذکر ہی نہیں کیا تھا تو آج کے پادری کیوں خواہ مخواہ شور مچا رہے ہیں اور اگر مسیح نے تو شاگردوں کو بتایا تھا مگر وہ اسے جھوٹا سمجھتے تھے تو یہ بھی پادریوں کے لئے وبالِ جان ہے۔ ذرا غور کر کے فیصلہ فرمائیں۔

(۶) رازی و غزالی آسمان سے نہ اتریں گے

لکھا ہے کہ:۔

"ہماری نئی نسل جس ذہنی ابتری اور بے راہ روی کا شکار ہے اگر فی الواقعہ کسی وجہ سے ہم دل میں کوئی درد محسوس کرتے ہیں تو ہمیں اوّل و آخر اس نتیجے پر پہنچنا چاہیئے

کہ یہ زمانہ کسی رازیؒ یا غزالیؒ کی تلاش میں ہے اور یہ رازیؒ و غزالیؒ کہیں آسمان سے نہیں اُتریں گے۔ یہ گوشت پوست کے انہی انسانوں میں سے پیدا ہوں گے جن میں سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔“

(ماہنامہ البلاغ کراچی مئی ۶۹ء ص۵)

الفرقان۔ سچ ہے کہ مصلحین اور خدا کے فرستادے اس کے اذن سے زمین سے ہی پیدا ہوا کرتے ہیں۔ ان کا آسمان سے اُترنا ان معنی ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ظاہر ہوتے ہوتے ہیں۔ آج بھی نسلِ انسانی کی اصلاح کے لئے مامور انسانوں میں سے ہی پیدا ہوا ہے مگر افسوس کہ عام لوگوں بلکہ علماء کی نگاہیں بھی آسمانوں سے اُترنے والے کو تک رہی ہیں۔

(۷) اشتراکیت مساواتِ انسانی کی مخالف ہے

”سب سے پہلے اشتراکیت کے علمبرداروں میں سے اسٹالن نے یہ اعلان کیا کہ اشتراکیت مساوات کی علمبردار نہیں۔ جو لوگ یہ نعرہ بلند کرتے ہیں مارکسزم (اشتراکیت) کے دشمن ہیں۔ اس کے الفاظ اپنی کتاب لینن ازم میں یہ ہیں ”مارکسزم مساوات پرستی کا دشمن ہے۔“ (ص۵۲۰ مطبوعہ ماسکو)

خروشیف نے ۵ مئی ۱۹۶۰ء کو سپریم سوویٹ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:-

”ہم اُجرتوں میں فرق مٹانے کی تحریک کے سختی سے مخالف ہیں۔ ہم اُجرتوں میں مساوات قائم کرنے اور ان کے ایک سطح پر لانے کے کھلے بندوں مخالف ہیں۔ یہ لینن کی تعلیم ہے۔ اس کی تعلیم یہ بھی کہ سوشلسٹ سماج میں مادی محرکات کا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔“

(سوویٹ ورلڈ ص۲۴۶)

(ماہنامہ البلاغ کراچی مئی ۶۹ء ص۱۰)

الفرقان۔ اسلام ذہنی اور عملی میدان میں مساواتِ فطری کے نظریہ کا علمبردار ہے۔ پس اشتراکیت کو اسلام کے جامع نظام سے کیا نسبت ہے۔

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(۸) ”ہندوستان کا آخری علمی وجود“

بھارت کے مسلمان صدر جناب محترم ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب مرحوم ۳ مئی ۶۹ء کو حرکتِ قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے۔ ہفت روزہ چٹان لاہور نے ان کا فوٹو ”ہندوستان کا آخری علمی وجود“ کے زیرِ عنوان شائع کیا ہے اور نوٹ میں لکھا ہے:-

”ڈاکٹر ذاکر حسین کی موت بلاشبہ ہندوستان کیلئے ایک قومی صدمہ لیکن علم و نظر کیلئے ایک عالمگیر نقصان ہے وہ ہندوستان کا آخری علمی وجود تھے۔“ (چٹان ۱۲ مئی ۶۹ء)

الفرقان۔ اس جگہ یہ بات قابلِ استفسار ہے کہ ”آخری علمی وجود“ سے مراد کیا ہے؟ اب ہندوستان میں دار العلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور دار المصنفین اعظم گڑھ اور دیگر شہروں میں کوئی ”علمی وجود“ نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگا؟ یا ”آخری علمی وجود“ سے مراد ”اعلیٰ ترین علمی وجود“ ہے؟؟

ایڈیٹر کی ڈاک

ایک نو احمدی بھائی کا خط

محترمی و مکرمی جناب مولانا ابو العطاء صاحب
فاضل ایڈیٹر الفرقان ربوہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اُمید کہ آپ بفضلِ خداوند تعالیٰ خیریت سے ہونگے۔

مَیں ماہنامہ الفرقان کا باقاعدہ خریدار ہوں اور مجھے یہ پرچہ پابندی سے وصول ہو رہا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ گزشتہ ماہ ایک مضمون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احمد قادیانی کا عشق" پڑھا۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ میری دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔

مَیں نے گزشتہ ماہ ہی بیعت کی ہے اور اس طرح اللہ کے فضل و کرم سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گیا ہوں۔

الفرقان کے علاوہ میرے پاس آپ کی تین تصنیفات ہیں جو میرے لئے تقویتِ ایمان کا باعث ہوتی ہیں۔ یعنی تفہیماتِ ربانیہ۔ القول المبین اور مباحثہ مصر۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ تفہیماتِ ربانیہ تو ایک لاجواب تصنیف ہے۔ میری طرف سے پھر ایک بار دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ اس کتاب کا تو ہر احمدی گھرانے میں رہنا نہایت ضروری ہے۔ آپ کے مدلّل جواب دینے کا سٹائل مجھے بے حد پسند ہے۔ الحمد للہ بڑی خوشی ہوتی ہے پڑھتے وقت۔

آپکو یاد ہوگا کہ میرا ایک خط جو مَیں نے آپکے نام لکھا تھا آپ نے اُسے مارچ ۱۹۶۷ء کے الفرقان (صفحہ ۴۴) میں چھاپا تھا۔ میری چٹھی کا آخری جملہ یہ تھا۔ اگر مَیں احمدی ہو گیا تو احمدیت قبول کرنے کی کئی وجوہات میں سے ایک وجہ الفرقان کا مطالعہ بھی ہوگی۔ سو یہ بالکل سچ ہے کہ مَیں آپکے ان دلائل سے جو آپ الفرقان میں دیتے ہیں بے حد متاثر ہوا ہوں اور اس مضمون یعنی "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے احمد قادیانی کا عشق" کے پڑھنے کے بعد تو مَیں بڑا بے چین ہو گیا تھا اور فوراً بیعت کرنے کو دل چاہا تھا۔ صبر کا پیمانہ گویا لبریز ہو چکا تھا۔ مَیں سچ کہتا ہوں مولانا صاحب کہ جب مَیں وہ لاجواب مضمون پڑھ رہا تھا تب میری آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اور قلب پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ ایک عجیب سا روحانی سرور جو بیان سے بالکل باہر ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ اور بالآخر مَیں نے گزشتہ ماہ کی ۲۸ر تاریخ کو بیعت کر لی۔ مَیں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ براہِ کرم میری استقامت اور ایمان میں پختگی کیلئے دعا فرمائیں۔ مَیں بے حد ممنون رہوں گا۔

خاکسار ناچیز۔ محمد حسن سعید۔ حیدر آباد۔ انڈیا

شوقِ جستجو

نتیجہ فکر جناب نسیم سیفی صاحب

راہ سے گھبرانے والے راہ کے محرم نہیں
زندگی سے آشنا کو موت کا کچھ غم نہیں

لمحہ لمحہ بڑھ رہا ہے اشتیاقِ جد و جہد
تنگیِ منزل ہے وہ رہ جس راہ میں پیچ و خم نہیں

ہر کہیں پر ہے خریدارانِ یوسف کا ہجوم
مصر کے بازار سے کوئی گلی بھی کم نہیں

خود فنائی میں نہاں ہوتی ہے معراجِ کمال
باغ میں کلیوں کو مرمٹنے کا کوئی غم نہیں

تھی گراں ان پر ہماری، بزم میں موجودگی
غور سے دیکھا تو کوئی اور ہے، وہ ہم نہیں

انتہائے بے رُخی پر چارہ سازی بھی نثار
درد کا عالم جو پہلے تھا وہ اب عالم نہیں

آگہی ہے خود تراشیدہ خدائی کی اپیل
اہلِ ربُّ العرش کو یہ بات وجہِ غم نہیں

ہم رہے ہیں بادیہ پیما نسیم اک عمر تک
بیٹھ رہنا مگر شوقِ جستجو سے کم نہیں

ساؤتھ ہال (لندن) میں ایک تازہ مناظرہ

(از محترم جناب خان بشیر احمد صاحب رفیق امام مسجد لندن)

پچھلے ہفتہ خاکسار کو ساؤتھ ہال کے ایک چرچ سے پادری صاحب نے فون کیا اور کہا کہ ان کا ارادہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی وفات اور رفع الی السماء کے موضوع پر خاکسار سے مناظرہ کریں۔ خاکسار نے فوراً ان کی دعوت قبول کر لی اور وقت مقرر کر لیا۔ یہ طے پایا کہ ہر مقرر دس دس منٹ باری باری تقریر کریں گے۔ بعد میں عوام کو سوالات کا حق ہوگا اور آخر میں پھر تقاریر ہو سکیں گے۔

خاکسار وقت مقررہ پر مکرم عبدالعزیز دین صاحب کے ہمراہ چرچ پہنچا۔ پادری صاحب نے استقبال کیا۔ اس بات پر حیرت ہوئی کہ چرچ ہال میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں موسیقی کی دھن پر محو رقص تھے۔ پادری صاحب نے کہا کہ یہ چرچ کا یوتھ کلب ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پادری صاحب نے سب حاضرین کے ایک دوسرے ہال میں جمع ہونے کا اعلان کیا۔ چنانچہ تقریباً پچاس افراد چرچ ہال میں جمع ہو گئے۔

پادری صاحب نے پہلے تقریر کی اور کہا کہ چونکہ انسان ورثہ میں گناہ لے کر آیا ہے اسلئے ابن اللہ کا آنا اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہونا ضروری تھا نیز یہ کہ وہ تین دن تک لعنتی موت مرا رہا۔ اس کے بعد زندہ ہوا اور آسمانوں پر چلا گیا اور ان کا آسمان پر جانے کا واقعہ ۵۰۰ افراد نے بچشم خود دیکھا۔

خاکسار نے اپنی تقریر میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء ہرگز مسیح علیہ السلام کو صلیب پر مارنے کا نہ تھا۔ اس کا ایک زبردست ثبوت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ پیلاطوس کی بیوی کو بتا دیا تھا کہ مسیح بے گناہ ہے اور پیلاطوس کو اسے سزا نہیں دینی چاہیئے۔ چنانچہ ۲۷ : ۱۹ Mathew میں لکھا ہے:-

"When Pilate was set down on the Judgement seat, his wife sent unto him saying, have thou nothing to do with that

just man, for I have suffered many things this day in a dream because of him"

اگر اللہ تعالیٰ کا منشاء حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر مارنے کا تھا تو پیلاطوس کی بیوی کو اپنی منشاء کے خلاف کیوں خواب دکھائی؟

خاکسار نے یہ بھی عرض کیا کہ خدائی منشاء کے معلوم کرنے کا بڑا ذریعہ از رُوئے بائیبل خواب دکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بچپن میں قتل سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یوسف نجّار کو خواب دکھائی۔ اور خواب میں ان کو مصر جانے کا ارشاد فرمایا۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے ان کی والدہ کو خواب میں تدبیر بتائی۔ پس خواب کے ذریعہ منشائے الٰہی کا معلوم ہونا بائیبل سے ثابت ہے۔

دوم۔ خاکسار نے یہ بھی عرض کیا کہ اگر خدا تعالیٰ کا منشاء مسیح علیہ السلام کو صلیب پر مارنے کا تھا اور بقول عیسائی صاحبان خود مسیح علیہ السلام ابن اللہ تھے اور انکو قبل از وقت علم تھا کہ وہ انسانوں کے گناہوں کا کفارہ دینے کے لئے قتل کئے جائیں گے اور ان کی آمد کا مقصد ہی قربانی دینا ہے تو پھر کیوں ساری رات باغ میں دُعا کرتے رہے کہ مولا اِس پیالہ کو (جو موت کا پیالہ تھا) مجھ سے ہٹا دے۔ اس کی مثال تو یوں ہوگی کہ برطانوی حکومت ایک نوجوان کو چُن لے اور اس کو اعلیٰ فوجی تربیت بھی دے اور پھر اس کو اپنی افواج کا کمانڈر انچیف بھی بنا دے لیکن جب جنگ کا وقت آئے اور موت کا بھی خطرہ پیدا ہو جائے تو یہ کمانڈر انچیف صاحب ملکہ کے سامنے دوزانو ہو کر گڑگڑانے لگ پڑے کہ حضور ملکہ صاحبہ! مَیں مرنا نہیں چاہتا، مَیں میدانِ جنگ میں جانے کو تیار نہیں اسلئے یہ کمانڈری کسی اور کو دیدو اور مجھے معاف کرو۔

پس جبکہ کسی عام دُنیادار کمانڈر کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اِس قسم کی بزدلی دکھائے تو کیونکر مان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نبی اور بقول عیسائی صاحبان ابن اللہ (نعوذ باللہ) اِس قسم کی بزدلی کا مرتکب ہو سکے۔ اگر بالفرض حضرت مسیح علیہ السلام کا مشن ہی صلیب پر جان دینا تھا تو پھر ان کو باغ میں ساری رات یہ دُعا کرنی چاہیئے تھی کہ یا اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے مشن کو تکمیل تک پہنچانے کا بندوبست ہونے ہی والا ہے۔ میں جان دینے کے لئے بالکل تیار ہوں۔

سوم۔ خاکسار نے یہ بھی بتایا کہ اگر مسیح کا مشن صلیب پر جان دینا تھا تو پھر صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتانی کے کیا معنی ہیں۔ یہ فقرہ تو وہی شخص کہہ سکتا ہے جس سے کوئی وعدہ کیا گیا ہو اور پھر وہ

وعدہ بظاہر پورا ہوتا نظر نہ آئے۔ آخر خدا تعالیٰ کے ایک نبی سے یہ توقع تو نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ عام حالات میں پکاسے کہ اے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ تو تبھی ممکن ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے خدا کا وعدہ ہو کہ میں تجھے بچاؤں گا اور پھر بظاہر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ وہ اس وعدہ کو من وعن پورا ہوتے نہ دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد دلانے کے طور پر کہیں کہ اے خدا میں تو ہر طرح قربانی کے لئے تیار ہوں، جان بھی حاضر ہے لیکن تیرا وعدہ تھا کہ تُو مجھے صلیب پر موت سے بچائے گا تو اب اس حال میں کیا میں یہ خیال کروں کہ تُو نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ کسی مخفی تقدیر کے ماتحت بدل تو نہیں گیا۔

چہارم۔ میں نے یہ بھی بتایا کہ بالفرض اگر یہ مان بھی لیں کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر وفات پا گئے اور تین دن بعد زندہ ہو گئے تو پھر ان کو بجائے صرف حواریوں کے پاس جانے کے بعد میں عام یہودیوں کے پاس آنا چاہیئے تھا اور کہنا چاہیئے تھا کہ دیکھو تم نے مجھے مارنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گئے لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا میں دوبارہ زندہ ہو کر تمہارے سامنے ہوں۔ اگر وہ ایسا کرتے تو تمام یہودی یقیناً ایمان لے آتے۔ اُن کا یہودیوں سے چھپتے رہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مسیح تھے اور ہرگز کوئی دوسرا جسم نہ تھا اور اُن کو ڈر تھا کہ اگر یہودیوں کو اُن کے صلیب سے بچ جانے کا علم ہوا تو دوبارہ پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیں گے۔

پنجم۔ خاکسار نے بتایا کہ بائیبل سے کہیں ثابت نہیں کہ وہ آسمان پر چلے گئے۔ مرقس کی انجیل کی جن دس آیات میں رفع الی السماء کا ذکر ہے وہ بائیبل سے نکال دی گئی ہیں۔ نیز اس میں بھی صرف اتنا ذکر ہے کہ وہ بادلوں میں چھپ گئے۔ اور بادلوں میں چھپ جانا پہاڑی مقامات پر عام بات ہے۔

خاکسار نے کہا کہ میجر گگرین جو روسی ہوا باز تھے اور جو خلا میں صرف چند منٹ تک رہے اور جن کے بارہ میں ہمیں یہ بھی علم ہے کہ وہ راکٹ میں بیٹھ کر اُوپر گئے تھے اور اس لحاظ سے کوئی غیر معمولی بات نہ تھی لیکن باوجود ان باتوں کے ان کا چند منٹ کے لئے خلا میں پرواز کرنا اب تاریخ عالم کا ایسا حصہ بن گیا ہے کہ کوئی مورخ اس کو تحریر کئے بغیر آگے نہیں جا سکتا لیکن عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے آج سے دو ہزار سال قبل جبکہ سائنس نے کوئی ترقی نہ کی تھی، اور ہوا بازی کا لوگوں کو علم بھی نہ تھا، ۵۰۰ افراد کی موجودگی میں بغیر کسی راکٹ یا سائنسی آلہ کے آسمان کی طرف پرواز کی لیکن اس زمانہ کے کسی تاریخ دان مثلاً جوزیفس یا یوزیبس وغیرہ نے ہرگز اس کا ذکر اپنی کتاب میں نہیں کیا اور سوائے عیسائیوں کے اُس زمانے کے کسی اور شخص نے

اس غیر معمولی اور عظیم پرواز کا ذکر نہیں کیا۔ آخر کیوں؟

خاکسار کی تقریر کے بعد عیسائی مقرر کی باری جواب دینے کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو ایسا جواب کیا کہ کہنے لگا کہ جب تک میں سوچ لوں عوام آپ سے یعنی خاکسار سے سوالات کریں۔ اس کے بعد دلچسپ سوالات و جوابات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

ایک نوجوان نے سوال کیا کہ مسیح نے اپنی صلیبی موت کی پیشگوئی کی تھی۔ خاکسار نے جواباً عرض کیا کہ اُن کی پیشگوئی تو صلیب پر موت سے بچ جانے کی تھی۔ اگر اس کے خلاف کوئی بات نظر آئے تو اس کی تاویل کرنی پڑے گی کیونکہ انہوں نے یونس نبی کے مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکلنے کو بطور نشان قرار دیا اور اپنی مشابہت اُن سے بیان کی۔ یونس نبی کا نشان یہ تھا کہ وہ زندہ مچھلی کے پیٹ میں گئے جو معجزہ تھا، وہ اندر زندہ رہے جو معجزہ تھا اور باہر زندہ نکل آئے جو معجزہ تھا۔

پس ضرور تھا کہ مسیح علیہ السلام بھی زندہ زمین کے پیٹ میں جاتے، زندہ اندر رہتے اور زندہ باہر نکل آتے۔

اگر بالفرض عیسائیوں کے عقیدہ کو درست مانا جائے کہ مرکر تین دن بعد زندہ ہوئے تو مندرجہ بالا پیشگوئی پوری نہیں ہوتی۔ ہر انسان اگر بم سے نہ اُڑے یا پانی میں مچھلیوں کا شکار نہ ہوجائے تو مُردہ ہی زمین کے پیٹ میں جاتا ہے جیسا کہ بقول عیسائیوں کے مسیح علیہ السلام مُردہ زمین میں گئے۔ مُردہ زمین میں مُردہ ہی رہتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح بقول عیسائی صاحبان کے مُردہ رہے۔

اور تین دن بعد کی زندگی انہوں نے یہودیوں کو نہیں دکھائی جن سے نشان دینے کا وعدہ تھا۔ پس اس صورت میں نشان قرار دینے کے لئے یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ زمین میں گئے، زندہ رہے اور زندہ نکل آئے اور یہودیوں سے کئے گئے وعدہ کو پورا کیا۔

ایک اور نوجوان نے سوال کیا کہ اگر مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تو ازلی گناہ کے کفارہ کو کیسے حل کریں گے۔

خاکسار نے جواباً گناہ کے فلسفہ پر روشنی ڈالی اور تمام انبیاء کی عصمت بیان کی اور ان سب کو پاک اور معصوم انسان ثابت کیا۔

آخر میں خاکسار نے اس سوال کرنیوالے سے پوچھا کہ بائیبل میں لکھا ہے کہ بوجہ آدمؑ کے گناہ کرنے کے خدا تعالیٰ نے ناراض ہوکر اس کو دو سزائیں دیں۔ اوّل یہ کہ اب وہ محنت مزدوری سے کمائے گا اور پیٹ بھرے گا۔ دوم ہر عورت درد کے ساتھ بچہ جنے گی۔ خاکسار نے پوچھا کہ جو آدمی حضرت مسیح علیہ السلام کے کفارہ کو مان کر عیسائی ہو جائے اس سے اصولاً یہ دونوں سزائیں دُور ہونی چاہئیں کیونکہ ان کے

گناہ کو مسیح علیہ السلام نے اپنے سر لے لیا ہے پس کیا کوئی ایسا عیسائی معاشرہ دکھایا جا سکتا ہے جہاں یہ دونوں باتیں نہ ہوں ؟

آخر میں پادری صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ امام صاحب کئی پوائنٹس پر ہم سے آگے نکل گئے ہیں۔ لیکن ہم دوبارہ ان کو بلا کر اس قسم کی محفل منعقد کرینگے۔ اور اس کے علاوہ خاکسار کی باتوں کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ٭

پادری کو جواب

مکرم ڈاکٹر غلام محمد صاحب حق معلم وقف جدید نے مکرم مستری جمال الدین صاحب کا جو ایک اَن پڑھ احمدی ہیں ایک پادری کو برجستہ جواب ان کی زبانی تحریر کیا ہے جو درج ذیل ہے :-

ایک دفعہ عیسائی پادری نے کہا کہ حضرت مسیح ہمارے لئے کفارہ ہوئے اور جان دیکر گناہ کا بوجھ اٹھا لیا۔ اس نے مثال دی کہ جس طرح آپ لوگ قربانی کرتے ہیں بکرا ، دنبہ وغیرہ گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ تو میں نے عرض کی کہ پادری صاحب اصول یہ ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے لئے قربان ہوتی ہے۔ آپ پہلے یہ بتائیں کہ حضرت مسیح بڑے ہیں یا آپ لوگ ؟ تو پادری صاحب یہ جواب سنکر ششدر رہ گئے اور کوئی جواب نہ دیا ٭

احمدی بچے نے لاجواب کر دیا

چند دن کی بات ہے خاکسار جماعت احمدیہ ڈسکہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں پڑتال حسابات کی غرض سے گیا۔ رات کے وقت چوہدری محمد شریف صاحب کے ڈیرہ پر خاکسار کی موجودگی میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب چوہدری غلام احمد صاحب کے لڑکے سے وفات و حیات مسیح پر بات کر رہے تھے۔ احمدی لڑکے نے مولوی صاحب سے سوال کیا کہ جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کو سب مخلوق سے بڑھ کر پیارے ہیں تو پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو تو خدا تعالیٰ نے تکلیف کے وقت آسمان پر نہ اٹھایا اور آپ سے ادنیٰ درجہ کے نبی حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا ؟ اسکے جواب میں غیر احمدی مولوی صاحب نے ترازو کی مثال دی کہ ایک پلڑے میں پانچ سیری ڈالیں اور دوسرے میں ایک سیر تو ایک سیر والا پلڑا اوپر اٹھ جائیگا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ درجہ میں بڑے ہیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام چھوٹے اسلئے وہ آسمان پر چلے گئے۔"

احمدی بچے نے کہا "مولوی صاحب اگر آپکی ترازو والی مثال کو ہی لے لیں تو پھر بھی حضرت عیسیٰؑ آسمان پر نہیں جا سکتے کیونکہ جب پانچ سیری ایک پلڑے میں پڑے گی تو پھر سیر والا پلڑا اوپر اٹھے گا مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چھ سو سال قبل ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے آسمان پر چڑھ گئے ؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ رسول پاکؐ کی بعثت ہوتی تو پھر حضرت عیسیٰؑ آسمان پر جاتے اسلئے آپکی دلیل غلط ہے" چنانچہ مولوی صاحب بالکل ساکت ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ (خاکسار ہدایت اللہ شاد انسپکٹر بیت المال)

عقدہ کشائے قدسیاں، آج یہی کتاب ہے

(جناب امین اللہ خان صاحب سالکؔ)

دل ہی تھا ضبط نہ رہا، کہہ گیا رازِ دل وہاں
تیرے بغیر زندگی اصل میں اک عذاب ہے

ایک صحیفۂ جہاں، منظرِ حُسنِ آفتاب
عقدہ کشائے قدسیاں، آج یہی کتاب ہے

دہر ہے سُست رَو تو کیا! تُو ہوا سُست گام کیوں؟
جذب نہیں جنوں نہیں یہ بھی کوئی شباب ہے

اور ہو مجھ پہ بھی کرم، ایک نگاہ! دلبرا!!
ہے یہی درد کی دوا، صفت آنجناب ہے

مستیٔ دل نہیں بجا، دل پہ غرور ہو تو کیوں
آدمی چیز ہی ہے کیا، دیکھ یونہی حباب ہے

چودھویں کے چاند کو دیکھ کر

(جناب مرزا احمد سلیم صاحب اختر مربّی سلسلہ احمدیہ)

اے چودھویں کے چاند قسم تیرے نُور کی
تمہید بن گیا ہے تُو دل کے سرُور کی

بیخود سا کر دیا ہے تری چاندنی نے آج
ملتی ہے تیرے نُور سے مستی طہُور کی

ہوتی ہے تیری دید سے حُسنِ ازل کی دید
تجھ میں تجلّیاں ہیں مگر کوہِ طُور کی

شاید مرے مسیح سے ہے رابطہ تجھے
مشرقی جہت ہے جس کے طلوع و ظہُور کی

صدیوں سے سونے والوں کو جس نے جگا دیا
کیا بات ہے مسیحا ترے نفخ صُور کی

بجلی گرا کے خرمنِ باطل جلا دیا
آتش ہے تیری سانس میں روزِ نشُور کی

جو مر مٹے ہوں راہِ محبت میں ہمنشیں
سُنتے نہیں ہیں بات وہ حُور و قصُور کی

احمدؑ کے عاشقوں میں ہے اختر کا نام بھی
"اُڑتی خبر سُنی ہے زبانی طیُور کی"

حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے

ایک مفید حوالہ اور صداقت احمدیت پر روشن دلیل

(از جناب خان محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی)

کراچی یونیورسٹی میں بی۔اے کے نصاب میں اسلامیات آپشنل میں جو کتابیں ہیں ان میں سے ایک کتاب موسومہ "تاریخ صحف سماوی" مؤلفہ (پروفیسر) سید نواب علی ہے جس کا پہلا اڈیشن ۱۹۱۹ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا اس کے بعد ۱۹۶۰ء، ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۴ء میں تین اڈیشن پاکستان میں شائع ہوئے۔ اس وقت میرے زیرنظر ۱۹۶۷ء کا چوتھا اڈیشن ہے۔ جس کے پیش لفظ میں صہبا صاحب لکھنوی نے ۲۶ر اگست ۱۹۶۰ء کو لکھا :۔

"یہ کتاب برصغیر کی اعلیٰ درسگاہوں میں شروع سے ہی داخل نصاب رہی ہے خوشی کی بات ہے کہ اب کراچی یونیورسٹی نے بھی اسے اعلیٰ درجات کیلئے اسلامیات کے تحت داخل نصاب کر لیا ہے" (صہبا لکھنوی)

(تاریخ صحف سماوی صہ ۱۲)

پروفیسر سید نواب علی صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کا ذکر کرتے ہوئے کتاب مذکورہ بالا میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"اناجیل اربعہ میں صاف لکھا ہے کہ حاکم نے آپ سے جرح کرنے کے بعد کہدیا کہ مجرم پر جرم ثابت نہیں ہوتا اس لئے وہ رہا کر دیا جائے۔ لیکن مجمع یہود سے غل مچا کہ ایسے مفسد کو ہرگز رہا نہ کیا جائے۔ تب حاکم نے کہا کہ یہ تمہارے عید فسح کا دن ہے جس میں ایک قیدی چھوڑ دینے کا دستور ہے اسلئے میں اس بے گناہ کو چھوڑے دیتا ہوں۔ یہودیوں نے پھر غل مچایا کہ اس کو نہیں بلکہ ایک دوسرے قیدی برابا کو۔ جو واجب القتل تھا۔ تب حاکم برابا کو رہا کر کے کہنے لگا۔ اب تمہارے "شاہِ یہود" کو کیا کروں؟ وہ کہنے لگے اس کو "ملعونی موت" یعنی صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ تب حاکم

نے حضرت عیسیٰؑ کو صرف کوڑے لگا کر سپاہیوں کی حفاظت میں مصلحتاً دیا کہ کہیں یہودی اس مظلوم کو اُڑا نہ لے جائیں اور پھر آزار پہنچائیں۔ قدیم قوموں میں رومی قانون کے بڑے پابند تھے اور سپاہی حاکم کے بڑے مطیع اور مزاج شناس۔ حاکم نے حضرت مسیحؑ کی بے گناہی کا اعلان کر دیا تھا مگر چونکہ بغاوت کا جُرم لگایا گیا تھا اسلئے کوڑے لگوا دیئے تھے اور سپاہیوں کی سپرد کر دیا تھا۔ وہ آپ کو ساتھ لیکر چلے مگر دستور کے خلاف صلیب کی لکڑی ایک دوسرے شخص شمعون پر جو دیہات سے آرہا تھا لدوائی۔ کالوری پہاڑی پر دو ڈاکوؤں کی سُولیاں تھیں اور بیچ میں جلی حرفوں سے لکھوا دیا ہے "شاہ یہود"۔ جمعہ کا دن تھا۔ دوپہر ہو چکی تھی۔ یکایک اندھیرا ہو گیا جو تین گھنٹہ تک رہا۔ شاید سورج گہن ہو یا کالی آندھی۔ بہرحال اندھیرا تھا۔ حواری پہلے سے ہی غائب تھے۔ یہود بھی آپ کو سپاہیوں کے ساتھ جاتے دیکھ چکے تھے جہاں سُولی دی جاتی۔ وہ اب خوش خوش عید فسح کی خوشی مناتے گھر چلے گئے کیونکہ دوسرا دن سبت کا تھا اور ان کا دن شام ہی سے شروع ہو جاتا تھا۔ انجیل یوحنا باب ۲۰ آیت ۲۶ میں صاف لکھا ہے کہ مسیح باغبان کے بھیس میں ایک مریدہ مریم مگدالن کو نظر آئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سپاہیوں نے پہاڑی پر پہنچ کر آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ پھر آپ کھانا کھا کر دو حواریوں کے ہمراہ شہر جلیل (گیلیلی) میں پوشیدہ ہو گئے اور پھر چند دن کے بعد کہیں اور نہیں (اور نہ بقول غلط فہم فرقۂ احمدیہ وادیٔ کشمیر میں) بلکہ اس دنیائے پُرفتن سے عالَمِ قدس میں اسی طرح تشریف لے گئے جیسے حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ و سلیمانؑ اور جس طرح داؤدؑ کو آپ کا خُسر طالوت قتل نہ کر سکا اور آپ محفوظ رہے اسی طرح ہمارے حضرت خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم۔ ناقل) کو شبِ ہجرت میں قریش قتل نہ کر سکے اور آپ صحیح و سالم محفوظ رہے۔ حضرت عیسیٰؑ نہ ہی مقتول ہوئے اور نہ مصلوب۔ جس شب کی صبح کو آپ کی گرفتاری عمل میں آئی تمام رات آپ سجدہ میں دُعا فرماتے رہے مجھے "ملعونی موت" (یعنی مصلوب ہونا) سے بچانا۔ یہ دُعائے مضطر ایک پیغمبر معصوم کی تھی کیوں نہ مقبول ہوتی۔ قرآن مجید سورہ النساء میں صاف ارشاد کرتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

یعنی آپ نہ مقتول ہوئے نہ مصلوب
لیکن وہ لوگ شبہ میں مبتلا ہوئے۔
پھر قرآن میں اس کے بعد یونہی ارشاد ہوتا
ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ
رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ یعنی وہ قتل نہیں
ہوئے اُن کو تو اللہ نے اپنی طرف اٹھا کر
سربلند کر دیا۔ اس کھلی ہوئی شہادت سے
یہودیوں کی شیخی اور عیسائیوں کی اعجوبہ پرستی
دونوں کی قلعی کھل گئی۔ نہ آپ "ملعونی موت"
مرے نہ زندہ آسمان پر چڑھ گئے اور نہ
اُتریں گے۔ ہم مسلمانوں کو لفظ رَفَعَهُ
اللّٰهُ سے یہ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ تفسیر کبیر
میں امام رازی لکھتے ہیں کہ لفظ رَفَعَ
تعظیماً اور تفخیماً استعمال ہوا تھا نہ جسم
آسمان پر چڑھا لینا۔ جیسا کہ تثلیث کے
قائل عیسائی آج تک کہتے ہیں اور غضب
تو یہ ہے کہ ہم بھی اُن کے ہمنوا بن کر گواہ
چست ہو گئے حالانکہ قرآن مجید سورہ انبیاء
میں صاف ارشاد ہوتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا
قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ
فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ ۝
وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا
يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا
خٰلِدِيْنَ ۝

یعنی (اے محمدؐ) پیشتر ہم نے جتنے
رسول بھیجے وہ سب مرد تھے جن پر وحی نازل
ہوئی۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل الذکر سے
دریافت کر لو۔ اور ہم نے ان رسولوں کو
اس قسم کا بدن نہیں دیا تھا کہ وہ کھانا نہ
کھاتے ہوں اور ہمیشہ زندہ رہنے والے
ہوں۔

پھر اسی سورۃ کی چند آیتوں کے بعد
ارشاد ہوتا ہے
وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ
اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝
یعنی اے محمدؐ تیرے پہلے کوئی آدمی ایسا
نہ تھا جو ہمیشہ زندہ رہے پھر اگر تیرا انتقال
ہو جائے تو کیا وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔
ایسی کھلی ہوئی اور صاف آیتوں کے بعد
یہ کہنا کہ حضرت خاتم النبیین (صلے اللہ
علیہ وسلم۔ ناقل) سے پہلے ایسے بھی مرد
تھے جو اب تک زندہ ہیں خواہ وہ حضرت
الیاسؑ ہوں یا حضرت عیسیٰؑ ہوں یا خواجہ
خضر ہوں یا کوئی اور ہوں یہ مسائل کتاب
یعنی یہود و نصاریٰ کے جھوٹے قصے ہیں
جس کو اسرائیلیات کہتے ہیں اور جنکو ہمارے
متقدمین اہل علم نے تفسیروں اور احادیث
میں بغیر تحقیق درج کر کے قرآن پاک کی
آیات پر پردہ ڈال دیا۔ نص قرآنی کے

مقابلہ میں کوئی بھی اگر کچھ کہے باطل ہے۔

ہماری اس تحقیق سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم قادیانی ہیں۔ معاذ اللہ۔ ہمارے رسولِ کریم حضرت رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم۔ ناقل) پر نبوت ختم ہوگئی۔ دین کامل ہوگیا۔ قرآن پاک سارے عالم کی ہدایت کے لئے ہے۔ الحمد للہ۔ اب اگر کوئی بھی دعویٰ کرے وہ مسیلمہ کی طرح کذاب ہے۔"

(تاریخ صحف سماوی صفحہ ۱۵۱ تا صفحہ ۱۵۵)

اس طویل اقتباس کے بعد معزز قارئین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل کلمات طیبہ میں مذکور عظیم پیشگوئی پر نگاہ ڈالیں۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اُتریگا ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مریگی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب (سب) دانشمند ایک دفعہ اس عقیدے سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدے کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵)

الفرقان۔ تاریخ صحف سماوی کے مصنف پروفیسر صاحب کا بیان کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں اور ان کا اپنے دشمنوں سے محفوظ رہنا اسی طرح ہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور دیگر انبیاء محفوظ رہے تھے اور پھر طبعی موت سے فوت ہوئے درست ہے۔ آیاتِ قرآنیہ اس کی مؤید ہیں۔

مسیلمہ کذاب کا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر نئی شریعت کا تھا ایسا مدعی واقعی کذاب ہے مگر مسیح موعودؑ کا غیر تشریعی امتی نبی ہونا امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

سالکِ راہِ ہدیٰ حضرت مختار احمدؓ

(محترم جناب سید محمد میاں صاحب سلیم شاہجہانپوری حال نوابشاہ)

آج کیوں ششدر و حیران و پریشاں ہوں میں
کیوں ہوا نالہ کناں کس لئے گریاں ہوں میں

آج کیوں گوشۂ عزلت سے گریزاں ہوں میں
کیوں رواں آج سوئے شہرِ خموشاں ہوں میں

دامنِ ضبطِ الم ہاتھ سے کیوں چھوٹ گیا
کس کی فرقت کا تقاضا ہے کہ گریاں ہوں میں

کیسے تبدیل ہوئی وہ روشِ صبر و رضا
آج کیوں خاک بسر اشک بداماں ہوں میں

کون رخصت ہوا فردوسِ بریں کی جانب
یاد میں کس کی اسیرِ غمِ ہجراں ہوں میں

سالکِ راہِ ہدیٰ حضرتِ مختار احمدؓ
جن کے اوصافِ حمیدہ کا ثناخواں ہوں میں

حیف صد حیف کہ رخصت ہوئے اس دنیا سے
اُن کی بخشش کا اب اللہ سے خواہاں ہوں میں

اب سے چالیس برس پہلے کی ہو گی یہ بات
یاد کرتا ہوں جسے آج تو گریاں ہوں میں

مجھ کو بھی اُن کے تلمّذ کا شرف حاصل تھا
اس تعلق پہ مجھے فخر ہے نازاں ہوں میں

مہرِ انور تھے وہ، میں ذرۂ ناچیز مگر
فیض سے اُن کے حریفِ مہِ تاباں ہوں میں

مجھ میں جو کچھ ہے وہ سب اُنکے کمالات کا عکس
ورنہ سادہ سا لکِ آئینۂ بے جاں ہوں میں

میری تابانی ہے سب اُن کی ضیا پاشی سے
للہ الحمد چراغِ رہِ ایماں ہوں میں

سرو و شمشاد تھے وہ برگِ خزاں دیدہ ہوں میں
گلِ خوش رنگ تھے وہ خارِ بیاباں ہوں میں

دُرِ نایاب تھے وہ، میں ہوں سرشکِ دامن
وہ سرافراز تھے اور سر بہ گریباں ہوں میں

بحرِ ذخار تھے وہ، قطرۂ ناچیز ہوں میں
عکسِ دلدار تھے وہ دیدہ حیراں ہوں میں

خارِ بے کار سہی، سبزۂ پامال سہی
گلشنِ حضرتِ استاد پہ نازاں ہوں میں

خوشہ چیں اُن کے کمالات کا ہوں میں بھی سلیم
یہ الگ بات ہے شہرت سے گریزاں ہوں میں

آپ کی دید سے محروم رہا آخری وقت
اپنی محرومی کا صدمہ ہے پشیماں ہوں میں

اللہ اللہ وہ شفقت وہ محبت وہ خلوص
اور وہ رعب کہ انگشت بدنداں ہوں میں

پھول جھڑتے تھے دمِ جوشِ تکلّم مُنہ سے
ان کی تقریر یہ کہتی تھی گلستاں ہوں میں

ضعفِ پیری کا یہ عالم تھا کہ اک مردِ ضعیف
جوشِ تبلیغ یہ کہتا تھا کہ طوفاں ہوں میں

دمِ گفتار یہ عالم کہ ہر اک تیغِ دلیل
ہر مخالف سے یہ کہتی تھی کہ بُرّاں ہوں میں

اُن کی محفل تھی کہ اک مجلسِ علم و عرفاں
قول تھا اُن کا کہ اک خادمِ قرآں ہوں میں

حافظِ بے بدل و منعمِ درویش صفت
زہد کا جن کے یہ عالم تھا کہ حیراں ہوں میں

فاضلِ عصر و سخن فہم و سخن سنج و ادیب
آپ میں تھے وہ کمالات کہ نازاں ہوں میں

نثر میں تھی وہ سلاست کہ نہیں جس کی مثال
نظم کہتی تھی کہ سلکِ دُرِ تاباں ہوں میں

اک طرف تھا یہ تفقُّہ، یہ تبحُّر، یہ کمال
ایک جانب یہی کوشش تھی کہ پنہاں ہوں میں

آپ تھے والہ و شیدائے مسیحِ موعودؑ
اُن کے اس وصف کا مدّاح و ثناخواں ہوں میں

صرف کی خدمتِ اسلام میں سب عمرِ عزیز
یہی خواہش تھی کہ اس راہ میں قرباں ہوں میں

بارہا آپ نے فرمایا بقولِ احباب
مرگ سے اپنی ہراساں ہوں نہ ترساں ہوں میں

سُوئے فردوس سدھاروں گا کرم سے اُسکے
اپنے اللہ کے افضال پہ نازاں ہوں میں

میرے اللہ عطا کر انہیں درجاتِ بلند
اور مجھے صبر عطا کر کہ پریشاں ہوں میں

نقد و تبصرہ

ہماری نئی کتابیں

(۱) "اجمالی تعارف" (جلد اول)

صفحات ۱۱۶ - مرتبہ مکرم عبدالباری صاحب قیوم ربوہ۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا اجمالی تعارف اس اسم بامسمّٰی کتابچہ میں کرایا گیا ہے۔ ابھی حمامة البشریٰ ۱۸۹۳ء / ۱۸۹۴ء تک کا تعارف ہو سکا ہے۔ عام مفید حوالہ جات اور بعض غیر از جماعت اہلِ علم کے ریمارکس سے اس رسالہ کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ مدظلہا العالی کے اِن الفاظ میں تبصرہ کا حق ادا کر دیا گیا ہے کہ:۔

"میری رائے میں فی الواقعہ یہ
ایک انتہائی مفید تالیف ہے جس
کا ہر احمدی گھرانے میں ہونا ضروری،
علمی اور تبلیغی لحاظ سے بے حد
مفید ہو سکتا ہے۔"

ہمارے نزدیک مؤلف عزیزم عبدالباری صاحب کی محنت اور کاوش قابلِ صد تحسین ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔ ملنے کا پتہ:۔ دارالفضل ربوہ۔ قیمت سوا روپیہ۔

(۲) "کشمیر کی کہانی"

صفحات ۳۱۹ - عمدہ طباعت و کاغذ۔ قیمت تین روپے۔ ملنے کا پتہ - مکتبہ لاہور بیڈن روڈ - لاہور۔

یہ ایک تاریخی درد بھری واقعاتی کہانی ہے۔ کشمیر ہم پاکستانیوں کے لئے جزوِ بدن کی حیثیت رکھتا ہے۔ پچاس لاکھ کلمہ گوؤں کا یہ حسین خطۂ ارض عرصہ سے تختۂ مشق مظالم بنا رہا ہے۔ باشندگانِ کشمیر میں احساسِ خودی کو بیدار کرنے میں سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ امام جماعت احمدیہ کی زیرِ قیادت آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے جو گراں بہا خدمات سرانجام دی ہیں وہ ہمیشہ کے لئے تاریخ کشمیر کا درخشندہ باب رہیں گی۔ کشمیر کا مسئلہ پاکستان بننے سے پیشتر جب تک بے لوث کارکنوں کے ہاتھوں میں رہا آگے بڑھتا رہا۔ اب یہ مسئلہ گورنمنٹ پاکستان اور پاکستانیوں کا اپنا مسئلہ ہے۔

مکرم چودھری ظہور احمد صاحب (ناظر دیوان) کو اپنی جوانی سے ہی بزرگ رہنماؤں کی زیرِ نگرانی

کشمیر کے معاملہ میں کام کرنے کا موقعہ ملا ہے انہوں نے اس تاریخی دستاویز میں بہت سے ایسے چشم دید واقعات درج کئے ہیں جن کے دیکھنے کا کم لوگوں کو موقعہ ملا ہے ۔ چودھری صاحب کا اسلوبِ بیان بالکل تاریخی ہے ۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر اہلِ علم اس کا مطالعہ کرے ۔ تحریکِ کشمیر کے واقعات کے لئے تو یہ مستند دستاویز ہے ۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزاء خیر دے ۔

(۳) ہومیوپیتھک علاج

چند متعدی امراض کے بارے میں مکمل واقفیت اور ان کے ہومیوپیتھک علاج پر مشتمل یہ دو صد صفحات کی عمدہ کتاب جناب ڈاکٹر فضل الرشید صاحب نے تصنیف فرمائی ہے ۔ ڈاکٹر فضل الرشید صاحب دنیا کے مشہور ترین ہومیوپیتھ ڈاکٹروں میں سے ایک خاص شخصیت ہیں ۔ اس کتاب میں انہوں نے متعدی امراض کے بارے میں حفظِ ماتقدم اور علاج پر مفصل روشنی ڈالی ہے ۔ اس فن کے ماہر تو اس سے بہت ہی فوائد حاصل کریں گے مگر ایک عام آدمی بھی اس کتاب سے بہت سی معلومات لے سکتا ہے ۔ امراض کے بارے میں علمی اور تاریخی معلومات کا تو یہ خزانہ ہے ۔ ہر گھر میں اس کا ایک نسخہ ہونا ضروری ہے ۔ کتاب مجلد، کاغذ سفید، طباعت عمدہ ۔ قیمت پانچ روپے ۔ ملنے کا پتہ ۔ مرکز مطبوعات ہومیوپیتھی نزد عثمانی مسجد ۔ ماڈل

مجھ کو شیدائے "الکتاب" بنا

اے خدا عشق کی شراب پلا
مجھے بھی بندۂ جناب بنا

میں ہوں کمزور و ناتوان و نحیف
مجھ کو بھی رشکِ صد شباب بنا

اِک ضیا سے جہاں ہے بقعۂ نور
دل کے ذرہ کو آفتاب بنا

راحتِ جاں ہے لفظ لفظ اس کا
مجھ کو شیدائے "الکتاب" بنا

امانت اللہ خان سالک

پاکستان کا ایک قابلِ فخر مترجم

ایک احمدی نوجوان کے علمی کارنامے

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)

عزیز مولوی محمد احمد صاحب فاضل پانی پتی جامعہ احمدیہ کے نہایت ہونہار طلبہ میں سے تھے۔ اساتذہ کو بھی اُن سے بہت اُنس تھا۔ اُن کی صحت کی کمزوری کے باعث مجھے کئی دفعہ انہیں کہنا پڑا کہ آپ زیادہ محنت نہ کیا کریں۔ نہایت فرمانبردار، اطاعت گزار اور قابلِ رشک شاگرد تھے۔ اُن کی وفات پر کئی سال گزر چکے ہیں مگر ہنوز دل الم محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ (خاکسار ابوالعطاء جالندھری سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ)

محمد احمد مرحوم جس نے دنیا کی صرف ۳۴ بہاریں دیکھیں قدرت کی طرف سے عجیب لیاقت لیکر پیدا ہوا تھا۔ اس نے جامعہ احمدیہ کی تعلیم سے فارغ ہوکر چھ سات سال کی قلیل مدت میں مصر و شام اور لبنان کے بعض بڑے بڑے انشاپردازوں کی مشہور عربی تصانیف کے ایسے فصیح و بلیغ اور آسان و سہل ترجمے کئے کہ دنیا اُس کی قابلیت کا لوہا مان گئی۔ وہ پاکستان کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مترجم تھا جس نے اسلامی تاریخ کے نامور مشاہیر اور اعظم صحابہؓ کی عربی سوانح حیات کے اُردو تراجم نہایت حُسن و خوبی اور نہایت لیاقت و قابلیت کے ساتھ اہلِ ذوق کی خدمت میں پیش کئے۔ ترجمہ کے علاوہ اُس نے جو کتابیں قدیم عربی تاریخوں سے اخذ و انتخاب کرکے تالیف کیں وہ بھی اپنی نوعیت میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ اُسے تصنیف و تالیف کا بہت کم موقع ملا اور بہت ہی جلد عین عالمِ شباب میں موت نے اُسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ مگر اس قلیل عرصہ میں بھی اُس نے جو شاندار علمی کارنامے انجام دیئے وہ دوسرا شخص بقول مکرمی محمد طفیل صاحب مدیر "نقوش" ایک سو برس کی عمر میں بھی انجام نہ دے سکتا۔" مدیر نقوش نے یہ بھی فرمایا کہ "پاکستان بننے کے بعد محمد احمد پہلا شخص تھا جس نے یہاں کے اُردو داں اصحاب کو عربی کے تاریخی جواہر پاروں سے روشناس کرایا اور اعلیٰ درجہ کا بہترین لٹریچر اپنی یادگار چھوڑا۔" جب اُس نے مشہور مصری ادیب مصطفیٰ لطفی منفلوطی کے ایک مضمون کا ترجمہ کرکے ماہنامہ "الحمراء" کے مدیر محترم حامد علی خان کو بھیجا تو اُنہیں یقین ہی نہ آیا کہ محمد احمد بھی ایسا رواں، سلیس اور شاندار ترجمہ کر سکتا ہے جب تک کہ انہوں نے خود اُس سے گفتگو کرکے اور اصل عربی کتاب دیکھ کر اپنا اطمینان نہ کر لیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ محترمی احمد ندیم قاسمی نے جو اُن دنوں روزنامہ "امروز" کے ایڈیٹر تھے، اُس کے بھائی مبارک محمود سے پوچھا کہ "سچ بتاؤ محمد احمد کو ایسے عمدہ اور اعلیٰ ترجمے

کرکے کون دیتا ہے جو اُس کے نام سے شائع ہوتے ہیں؟"۔ اُس کے کئے ہوئے تراجم ایسے دلچسپ، اتنے سلیس اور اس قدر عام فہم ہوتے تھے کہ ملک کے مشہور فاضل مولانا رئیس احمد جعفری مرحوم نے ایک مرتبہ مجلہ ثقافت میں لکھا تھا کہ "محمد احمد کے بعض ترجموں پر رشک آتا ہے"۔ اُس کے خیالات میں بڑا عمق، اُس کے قلم میں بڑی قوت اور اُس کی تحریر میں نہایت متانت ہوتی تھی۔ عربی مصنفین کی تاریخی غلطیوں پر جس تحقیق کے ساتھ وہ حواشی لکھتا تھا لوگ انہیں دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ چنانچہ محمد حسین ہیکل وزیر تعلیم مصر کی کتاب "ابوبکر صدیق اکبرؓ" کے ترجمہ کے حواشی کو دیکھ کر پرویز صاحب نے طلوع اسلام میں لکھا تھا کہ "مترجم مصنف سے زیادہ صاحب بصیرت ہے"۔ یہ فقرہ محمد احمد مرحوم کے کمالِ فن کو کتنا بڑا خراجِ تحسین ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ تاریخ اسلام پر مرحوم کی نظر کتنی غائر اور کس قدر وسیع تھی۔ استاذی المحترم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ جب کبھی محمد احمد کو قادیان میں دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے کہ "اس بچے کا دماغ ابوالکلام آزاد جیسا معلوم ہوتا ہے"۔ محمد احمد کی نسل ہمیشہ اس اعزاز پر ناز کرے گی کہ جب وہ پیدا ہوا تو حضرت اُم المومنین (رضی اللہ عنہا) نہایت ہی شفقت کے ساتھ اپنے دستِ مبارک سے کپڑے سی کر بانفس نفیس تشریف لائیں۔ اُسے گود میں لے کر پیار کیا، اُس کے لئے دُعا کی اور خود یہ کپڑے اُسے پہنائے۔ پھر جب وہ بڑا ہو کر قادیان تعلیم کے لئے آیا تو اُس کے لئے اپنی جیبِ خاص سے وظیفہ مقرر فرما دیا جو اختتامِ تعلیم تک برابر اُسے ملتا رہا۔

بلاشبہ ہمیں فخر ہے کہ احمدیوں میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جو عربی سے ترجمہ کرنے میں ایسی قابلیت رکھتا تھا اور جس کے کئے ہوئے ترجمے پاکستان و ہند میں یکساں دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے تھے اور پڑھے جاتے ہیں۔ اُس کی مترجمہ کتابوں کے کئی کئی اڈیشن نکلے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ اُس کی تالیفات کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ہندوستان کے پبلشرز نے بھی اُس کی کئی کتابیں بلا اجازت شائع کیں اور معقول منافع کمایا۔ ملک کے مشہور جرائد و رسائل نے اُس کی کتابوں پر نہایت شاندار تبصرے کئے اور لکھا کہ "محمد احمد کا ترجمہ اتنا شستہ، رواں اور سلیس ہوتا ہے کہ ترجمہ معلوم ہی نہیں ہوتا"۔ لاہور اور کراچی کے مختلف اشاعتی اداروں نے اختلافِ عقائد کے باوجود اُس سے کتابیں لکھوائیں اور انہیں بڑی نفاست کے ساتھ شائع کیا اور اب تک کر رہے ہیں۔ پاکستان کا ایک بڑا مترجم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حد درجہ غیور اور خود دار بھی واقع ہوا تھا۔ جب ایک پبلشر نے اُس سے کہا کہ "میں اس بات کا تحریری وعدہ کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ہمیشہ تم سے کتابیں لکھواؤں گا اور تمہیں اُن کا معقول معاوضہ ادا کرتا رہوں گا اور تمہیں کبھی بھی اپنی کتابوں کی اشاعت کے لئے کسی دوسرے پبلشر کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہو گی، شرط صرف یہ ہے کہ تم اپنی مؤلفہ یا مترجمہ کتابوں پر اپنا نام نہ لکھا کرو۔ کیونکہ تمہارے نام کو دیکھ کر لوگ بدکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یہ قادیانی کی لکھی ہوئی کتاب ہے ہم نہیں لیتے"۔ لہٰذا اگر تم اپنا نام کتاب پر نہ لکھو تو اس کا کوئی خاص حرج نہیں۔ رہ گئی شہرت تو وہ تمہاری کافی ہو چکی ہے"۔ اس تمام تقریر کا

محمد احمد نے یہ جواب دیا کہ "مجھے نام کی کوئی ایسی خواہش نہیں مگر چونکہ آپ احمدیت کو بیچ میں لاتے ہیں لہذا میں کہتا ہوں کہ اگر احمدی ہونے کی وجہ سے لوگ میری کتابیں نہیں پڑھتے تو بیشک نہ پڑھیں۔ آپ اگر اس وجہ سے میری کتابیں نہیں چھاپتے تو بیشک نہ چھاپیں۔ میں بھوکا مرجاؤں گا مگر اس بات کو گوارا نہ کروں گا کہ کتاب پر میرا نام نہ ہو۔" جو عام تعصب عوام کو احمدیوں سے ہے اس کے پیش نظر محمد احمد نے کبھی بھی اپنے آپ کو چھپانے کی ذرہ بھر بھی کوشش نہیں کی بلکہ ہر جگہ اور ہر موقع پر نہایت بے پروائی کے ساتھ اپنے آپ کو احمدی ظاہر کیا خواہ لوگوں کا طرزِ عمل کچھ ہی ہوا۔

نیکی و اخلاق اور ہمدردی و مروّت کا محمد احمد گویا پتلا تھا۔ وہ اپنے عنید دشمنوں سے بھی نہایت خوش اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آتا۔ شرافتِ نفس اور دوسروں کے کام آنے کا جذبہ اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایم۔ اے عربی کا ایک طالب علم اس سے متنبی کا عربی دیوان پڑھنے آیا کرتا تھا۔ اس دوران میں اسے اس کے قابلِ اعتراض رویے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت سے خارج کردیا۔ صبح محمد احمد نے اخبار میں اعلان پڑھا اور جب دوپہر کو وہ طالب علم پڑھنے کے لئے اس کے گھر پر آیا تو اس نے اندر سے کہلا کر بھجوایا کہ "چونکہ تم کو جماعت سے خارج کردیا گیا ہے لہذا اب میں تم سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتا مگر چونکہ تم کو ایم۔ اے عربی کا امتحان دینے کے لئے دیوان متنبی کی ضرورت ہوگی اور یہ دیوان اب عام طور سے ملتا نہیں اس لئے اپنا نسخہ تمہیں بھیج رہا ہوں تاکہ تمہارا کام نہ رکے اور تم اطمینان سے امتحان دے سکو۔"

اگر اللہ تعالیٰ اُسے زندگی دیتا تو وہ بلا مبالغہ عربی کی سینکڑوں کتابوں کا ترجمہ کر ڈالتا لیکن مشیتِ ایزدی یہی تھی کہ وہ صرف چھ سات سال کام کرنے کے بعد بہت تھوڑی سی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گیا مگر اس قلیل عرصہ میں بھی اُس نے بہت سی کتابیں عربی سے ترجمہ کیں۔ بعض کتابیں تالیف بھی کیں نیز بکثرت محققانہ اور عالمانہ مضامین ملک کے مختلف جرائد و رسائل میں لکھے اور متعدد مسودے ناتمام چھوڑ کر آخرت کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے فضل سے قیامت میں اس کے محبوب آقا حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں میں بیٹھنے کا شرف عطا فرمائے۔ اپنے مرنے سے دو گھنٹے پہلے اُس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ایک لونڈی کے ہاتھ اُسے ایک سفید چادر روانہ کی ہے اور یہ پیغام بھیجا ہے کہ "محمد احمد اس چادر کو اوڑھ کر میرے پاس چلے آؤ۔ اگر یہ چادر راستے میں جل بھی گئی تب بھی تم میرے پاس پہنچ جاؤ گے۔"

اس مبشر خواب کے پیشِ نظر اُمید بندھتی ہے کہ ضرور ہی محمد احمد کو قیامت میں اپنے محبوب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب حاصل ہوگا۔ یا الٰہی تو ایسا ہی کر۔

جب محمد احمد کا یہ آخری خواب سلسلہ کے ایک مخلص اور محترم بزرگ نے سُنا تو انہوں نے مجھے تحریر فرمایا کہ "اگر ایسی بشارت مجھے ملے جیسی محمد احمد کو ملی تو میں ابھی مرنے کے لئے تیار ہوں"۔

قلیل ترین مدّت میں جو کثیر علمی خدمات محمد احمد نے کی اور جو ادبی، تاریخی اور اسلامی کتابیں اُس نے لکھیں اُن کا مختصر تعارف یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ احمدی مصنفین کی تالیفات کی ذیل میں اس کا ریکارڈ رہے۔

(ا) تراجم

نام کتاب	نام عربی مصنف	نام پبلشر	تعداد صفحات
۱۔ سیّد العربؐ	عمر ابو النصر لبنان	مقبول اکیڈیمی لاہور	۲۲۴
۲۔ نبی اُمّیؐ	"	ادارہ فروغ اُردو۔ لاہور	۴۰۰
۳۔ ابوبکر صدیق اکبرؓ	محمد حسین ہیکل وزیر تعلیم مصر	ادارہ میری لائبریری لاہور	۶۷۴
۴۔۵ الشیخینؓ	ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصر	مکتبہ کاروان لاہور	
۶۔ حضرت ابوبکرؓ	عمر ابو النصر لبنان	ادارہ فروغ اردو لاہور	۱۵۰
۷۔ فاروق اعظمؓ	"	"	۱۷۹
۸۔ عثمان بن عفانؓ	"	"	۱۹۰
۹۔ علی ابن ابی طالبؓ	"	"	۲۲۹
۱۰۔ علیؓ اور عائشہؓ	"	مقبول اکیڈیمی۔ لاہور	۲۰۸
۱۱۔ خدیجہؓ اُمّ المومنین	محترمہ بثینہ توفیق مصری	ادارہ مرکز اشاعت لاہور	۱۱۲
۱۲۔ عائشہؓ اُمّ المومنین	عباس محمود العقاد	بُک لینڈ لاہور	۲۴۰
۱۳۔ الزہرا (حضرت فاطمہؓ)	عمر ابو النصر لبنان	ادارہ میری لائبریری لاہور	۹۶
۱۴۔ الحسینؓ	"	"	۱۷۲
۱۵۔ آلِ محمدؐ کربلا میں	"	مقبول اکیڈمی لاہور	۱۹۲
۱۶۔ ترجمہ عین الاصابہ فیما استدرکہ السیدہ عائشہؓ علی الصحابہ	امام جلال الدین سیوطی	بُک لینڈ لاہور	۵۰
۱۷۔ بلالؓ	عباس محمود العقاد	ادارہ فروغ اردو لاہور	۱۵۹
۱۸۔ خالدؓ اور اُن کی شخصیت	"	"	۳۴۹

۱۹ - خالد سیف اللہ	ابوزید شلبی	مکتبہ جدید لاہور	۳۲۸
۲۰ - عمرو بن العاص	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن قاہرہ	〃	۳۰۸
۲۱ - فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاص	علامہ محمد فرج مصری	نفیس اکیڈمی کراچی	۴۴۶
۲۲ - معاویہؓ	عمر ابوالنصر لبنان	بُک لینڈ لاہور	۴۰۷
۲۳ - عہد نبوی کی اسلامی سیاست	عبدالمتعال الصعیدی قاہرہ	ادارہ فروغ اردو لاہور	۴۰۷
۲۴ - اسلام کا نظام عدل	محمود بن محمد بن عرنوس قاضی عدالتہا مصر	〃	۳۲۴
۲۵ - الہارون (سوانح خلیفہ ہارون الرشید)	عمر ابوالنصر لبنان	مکتبہ جدید لاہور	۳۲۰
۲۶ - سلطان محمد فاتح	محمد مصطفیٰ صفوت	ادارہ میری لائبریری لاہور	۱۹۸
۲۷ - مکاتیب حالی (مولانا حالی کے عربی خطوط کا ترجمہ)	مولانا حالی پانی پتی	اردو مرکز لاہور	۱۴

(۲) تصنیفات

۲۸ - غلامان محمدؐ	آنحضرتؐ کے غلام صحابہؓ کے ایمان افروز سوانح حالات	مکتبہ کاروان لاہور	۳۰۸
۲۹ - اساس اسلام	ایف۔اے کا اسلامیات کا کورس	〃	۳۲۰
۳۰ - سیرۃ النبیؐ	بچوں کے لئے آنحضرتؐ کی سوانح عمری	اردو مرکز لاہور	۶۴
۳۱ - قاعدہ تعلیم القرآن	قرآن مجید پڑھانے کا مفید قاعدہ	〃	۶۳

(۳) غیر مطبوعہ

۳۲ - جغرافیہ تاریخ اسلام	محمد واصف بک مصری کی کتاب کا ترجمہ
۳۳ - اشک یتیم	مصطفیٰ لطفی منفلوطی مصری کی کتاب العبرات کا ترجمہ
۳۴ - گزری ہوئی دلچسپیاں	پرانے اخبارات کی بے حد دلچسپ اور انوکھی خبریں
۳۵ - تاریخ کلیلہ دمنہ	عربی سے ترجمہ
۳۶ - ہارون الرشید اعظم	محاضرات اُمم الاسلامیہ میں سے ہارون الرشید کے حالات کا ترجمہ
۳۷ - حجاج بن یوسف	عبداللطیف شرارہ مصری کی کتاب کا ترجمہ

ایک اعلیٰ درجہ کا مصنف، ایک بہترین مترجم، ایک ممتاز ادیب، ایک بلند پایہ انشاپرداز اور ایک

قابل صحافی ہونے کے علاوہ ذاتی اور شخصی لحاظ سے بھی محمد احمد بہت سی صفاتِ حسنہ کا مالک تھا۔ شروع ہی میں بغیر کسی تحریک یا تحریص کے محض اپنے شوق سے بغیر والدین کو خبر کئے اُس نے وصیت بھی کر دی تھی اور اپنی زندگی بھی دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ اُسے اگرچہ صحت کی کمزوری کے باعث وقف سے فارغ کر دیا گیا مگر اس کے بعد بھی سلسلہ کی جو خدمت جب کبھی اُس کے سپرد ہوئی اُسے اُس نے ہمیشہ پوری دیانتداری، پُورے خلوص اور پُورے شوق سے انجام دیا اور کبھی اُس میں کوئی تساہل یا عذر نہ کیا۔ وہ انتہائی باغیرت انسان تھا۔ سلسلہ کے خلاف اُس نے کبھی کسی سے کوئی بات سُننی گوارا نہ کی۔ اور ہمیشہ سختی کے ساتھ ایسے آدمی کو ڈانٹ دیا۔ اُس نے اپنی عزتِ نفس کا ہمیشہ خیال رکھا اور اُس کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کیا۔ اُس نے اپنے فرض کی ادائیگی میں کبھی اپنی جان اور اپنی صحت کی پروا نہیں کی۔ لاہور میں ایک امریکن کو ٹیوشن پر عربی پڑھانے جایا کرتا تھا مگر سخت بیماری اور لاچاری کی حالت میں بھی کبھی ایک دن کا ناغہ نہیں کیا۔ مرنے سے دو روز پہلے بھی انتہائی کمزوری کی حالت میں وہاں گیا اور اُسے پڑھا کر آیا۔ کسی سے سخت دُکھ اور تکلیف پہنچنے پر بھی کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لایا۔ اگر کسی دوسرے نے تکلیف دہندہ کو بُرا کہا تو فوراً اُسے روک دیا۔ اپنے ایک افسر سے اُسے بلاوجہ بہت زیادہ تکلیف پہنچی جس سے اُس کی صحت پر بہت بُرا اور خطرناک اثر پڑا مگر اُس کے ظلم کو بھی اُس نے نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا اور جب تھوڑے دنوں بعد وہ افسر اپنے عہدہ سے معزول ہوا تو اُس نے قطعاً خوشی کا اظہار نہ کیا اور نہ یہ کہا کہ میرا صبر پڑا ہے حالانکہ دوسرے لوگوں نے اُس سے صاف کہا کہ تم پر جو مصیبت پڑی ہے یہ محمد احمد پر ظلم کا نتیجہ ہے۔ نہایت ہی سادگی اور بے حد مسکینی کے ساتھ اپنی زندگی اُس نے بسر کی۔ ہمیشہ بہت ہی معمولی لباس اُس نے پہنا اور بہت ہی معمولی کھانا کھایا۔ فخر، غرور اور تکبر اُس میں نام کو بھی نہ تھا۔ انکساری، عاجزی اور فروتنی کا وہ گویا مجسمہ تھا۔ ہر شخص سے نہایت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ ملتا تھا اور جو اُس سے ملنے آتا اُس سے نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتا۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آدمی اُس سے ملنے آیا جو خاصا معزز تھا مگر جب اُس نے اثنائے گفتگو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں ایک نازیبا کلمہ کہا تو اپنی تحمّل اور بردباری کی عادت کے بالکل برخلاف محمد احمد کا چہرہ مارے غصّہ کے سرخ ہو گیا اور اُس نے اُس شخص کی شخصیت کا لحاظ کئے بغیر بڑی سختی سے کہا کہ "آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں اور پھر کبھی میرے پاس نہ آئیں"۔

خدمتِ خلق اور ہمدردیٔ بنی نوع گویا محمد احمد کی گھُٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ بچوں کے ساتھ کھیلنے اور اُن سے باتیں کرنے میں اُسے بڑا مزا آتا تھا۔ اپنے بھائی کی ننھی بچی امۃ الجمیل کو گھنٹوں گودی میں لئے پھرتا رہتا اور قطعاً نہ اُکتاتا۔ قدرت نے اُسے بڑا ہی محبت والا دل عطا کیا تھا۔ وہ نہ صرف انسانوں سے بلکہ

جانوروں تک سے بے حد محبت کرتا تھا۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بلّی کا بچّہ اُس کے زیرِ پرورش رہا جس کے کھانے پینے کا وہ خاص خیال رکھتا تھا۔ آخر عمر میں ایک طوطے کو لے کر پال لیا تھا اور مرتے وقت وصیّت کر گیا کہ "میرے طوطے کو آرام سے رکھنا۔" جس دن اُس کی وفات ہوئی تو وہ طوطا سارا دن نہایت مغموم چُپ چاپ اپنے پنجرہ میں بیٹھا رہا۔ نہ بولا نہ کچھ کھایا۔

مہمان کی نہایت درجہ تواضع کرتا اور اُس کے آنے سے بڑا خوش ہوتا۔ دوستوں پر اپنی جان فدا کرنے کو تیار رہتا اور اُن سے اس قدر خلوص اور محبت کے ساتھ ملتا جس کی انتہا نہیں۔ جو شخص اُس سے ایک مرتبہ مل لیتا ہمیشہ کے لئے اُس کے حُسنِ اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا۔ جسمانی طور پر سخت کمزور اور بیمار رہنے کے باوجود بے انتہا محنت کرتا اور رات کے تین تین بجے تک بیٹھا ہوا عربی کتابوں کے ترجمے کرتا رہتا تھا۔ قلم اُس کے ہاتھ سے اُس وقت چھوٹا جب نہایت درجہ نڈھال ہو کر مرنے کے لئے شفاخانہ میں داخل ہوا۔ وہ اپنے پرائے سب کا ہی خواہ اور خیر اندیش تھا اور اُس نے کبھی ساری عمر اپنے ہاتھ یا قلم یا زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دی۔ بڑی خاموشی، غم خوری اور تحمّل و بردباری سے اُس نے اپنی عمر گزار دی۔ نہ کسی کا بُرا چاہا نہ کسی سے بُرائی کی۔ جیسا پاک صاف دُنیا میں آیا تھا ایسا ہی پاک صاف دُنیا سے چلا گیا۔ اُس کے دوست، عزیز، یار، آشنا اور ملنے والے اُسے آج تک روتے ہیں اور ہمیشہ روتے رہیں گے۔

بدکلامی، بدزبانی، تُو تُو مَیں مَیں اور گالم گلوچ سے اُس نے اپنی زبان کو کبھی آلودہ نہیں کیا۔ لڑائی جھگڑے سے کبھی کوئی واسطہ نہ رکھا اور نہایت صلح صفائی کے ساتھ اپنی عمر بسر کی۔ ہر ایک کے کام آنا اور ہر ایک کی خدمت کرنا اُس نے اپنا اصول بنا لیا تھا جس پر وہ ہمیشہ کاربند رہا۔ اُس نے کبھی بچپن میں بھی جھوٹ نہیں بولا اور سچائی اور صداقت کو اپنا شعار بنا لیا۔ اپنے اُوپر سخت تکلیف اُٹھا کر بھی اُس نے دوسروں کے ساتھ ہمدردی کی۔ ایک مرتبہ جب وہ کراچی میں ایک روزنامہ کا نائب ایڈیٹر تھا تو اُس نے دیکھا کہ اخبار کے ایک کاتب کے پاس رات کو اوڑھنے کے لئے کوئی چیز نہیں جس کے ذریعہ وہ سردی سے اپنے آپ کو بچا سکے۔ اِس پر اُس نے اپنا نیا لحاف جو وہ لاہور سے لے گیا تھا اُسے دے دیا۔ کاتب نے کہا "آپ کے پاس بھی سوائے اس لحاف کے اَور کوئی کپڑا نہیں پھر آپ کیا کریں گے؟ اور پھر آپ بیمار اور کمزور بھی ہیں۔" محمد احمد نے جواب دیا "مَیں جوان آدمی ہوں سردی کو برداشت کر لوں گا، آپ معمّر ہیں سردی کی برداشت آپ کے لئے مشکل ہو گی۔" یہ کہہ کر اُسے نہایت اصرار کے ساتھ لحاف دے دیا اور خود سُکڑ سُکڑ کر

ساری سردی نہ معلوم کس طرح برداشت کی مگر کسی سے بھی اس کا ذکر نہ کیا۔ اُس کی موت کے بعد خود اُن کاتب صاحب نے یہ قصہ سُنایا۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر وہ ہمیشہ بے حد بے چین ہو جاتا تھا اور جب تک اپنے مقدور بھر اُس کی تکلیف دُور نہیں کر دیتا تھا اُسے چین نہ آتا تھا۔

اُس نے کتابوں کے تراجم سے ہزاروں روپے کمائے مگر جو رقم بھی آئی اپنے بوڑھے والدین پر بڑی خاموشی سے خرچ کر دی اور خود بارہا چٹنی سے روٹی کھا کر گزارہ کر لیا۔ نہ اپنے علاج پر کبھی کچھ خرچ کیا نہ اپنے لباس پر۔ کھانا جیسا رُوکھا سُوکھا مِل گیا اللہ تعالیٰ کا شُکر کر کے کھا لیا۔ نہیں ملا تو بھوکا ہی رہ کر وقت گزار دیا اور اُس کی کبھی کوئی شکایت نہ کی۔

وہ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۷ء کو پانی پت میں پیدا ہُوا۔ قادیان اور جامعہ احمدیہ احمدنگر (ربوہ) میں تعلیم پائی۔ آخر ایک دن اور دو رات بیمار رہ کر ۹ر جنوری ۱۹۶۲ء کو لاہور میں انتقال کیا اور ربوہ کی مقدس سرزمین میں ابدی نیند سو گیا۔ اللہ پاک اُس کی قبر پر اپنی رحمت کے بادل برسائے اور اُس کا حشر ابرار کے ساتھ ہو۔ اللّٰھم آمین۔ اُس کی تاریخِ وفات غفر اللہ لہ سے نکلتی ہے۔ ۱۳۸۱ھ

مختلف اخبارات و رسائل نے اُس کی رحلت پر پُرسوز اور اثر انگیز شذرے لکھے اور اس حادثہ کو ملک و قوم کا بڑا نقصان بتایا۔ نیم سرکاری جریدہ "صحیفہ" نے تو اپنا ایڈیٹوریل صرف اسی پر لکھا اور بہت افسوس کا اظہار کیا۔ پاکستان، ہندوستان اور دوسرے ممالک سے دو سو کے قریب تار اور خطوط اُس کی تعزیت کے آئے اور بہت عرصہ تک لوگ اُس کے بوڑھے باپ کے پاس اظہارِ افسوس کے لئے آتے رہے۔

اُس کی یادگار صرف ایک بچہ "احمد طاہر" ہے جو اُس کے انتقال کے پانچ ماہ بعد ۸ ار جون ۱۹۶۲ء کو پیدا ہُوا۔ وہ اب ساڑھے چھ برس کا بھولا بھالا اور معصوم بچہ ہے۔ بڑا ذہین اور پڑھنے کا نہایت شوقین ہے۔ مگر یتیم اور لاوارث ہے۔ نہ معلوم کس طرح اس کی پرورش ہو گی اور کون اسے تعلیم دلائے گا۔ کیا کیا آفتیں اسے اِس دُنیا میں جھیلنی پڑیں گی اور کن کن مصیبتوں کا وہ شکار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

مَیں صرف ایک واقعہ اور لکھ کر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ محمد احمد کا ایک ہم جماعت جو قادیان میں اس کے ساتھ پڑھتا تھا۔ عرصہ ہُوا انگلینڈ چلا گیا تھا۔ حال میں واپس آیا تو مَیں نے اُس سے پوچھا کہ تم محمد احمد کے دوست تھے اس کے اخلاق کا کوئی واقعہ سُناؤ۔ اس پر اُس نے غمگین لہجہ میں کہا کہ "اُس کے کس خُلق کا ذکر کروں وہ تو مجسم اخلاق تھا"

خاکسار محمد اسمٰعیل پانی پتی
رام گلی نمبر ۳۔ لاہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیاب یادگار

جامعہ احمدیہ کے ۱۹۶۹ء کے شاہدین[۱]

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (الآیۃ)

(۱)

اسلام ایک تبلیغی دین ہے اور احمدیت اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا نام ہے اسلئے ضروری تھا کہ جماعتی طور پر تبلیغ اسلام کے لئے محکم ترین بنیاد رکھی جاتی اور جماعت پورے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مشن کی تکمیل کر سکتی جسے آپ نے رسالہ الوصیت میں ۱۹۰۶ء میں جماعت کے سامنے بایں الفاظ بیان فرمایا تھا:۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔"

(الوصیت ص ۹)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ اس کے بعد اخبار بدر ۱۸ رجون ۱۹۰۸ء کو مدرسہ احمدیہ کے بارے میں جو اعلان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی اجازت سے عمائدِ جماعت کی طرف سے ہوا۔ اس کے اقتباساتِ ذیل خاص توجہ کے قابل ہیں لکھا ہے:۔

(۱) "اس سلسلہ کی تمام شاخیں جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قائم کی گئی ہیں وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار ہیں۔

(۲) ایک ضرورت ابھی باقی ہے جس کی طرف خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ بھی آخری ایام میں بہت تھی اور پھر اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس "مسیح" کے خلیفہ کے دل

---

[۱] فوٹو ٹائیٹل پیج ص ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

میں بھی یہی بات ڈالی ہے اور ہم حضرت مولوی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) کے ارشاد سے اپنے سب بھائیوں اور سب انجمنوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

(۳) جس ضرورت کا ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے وہ ہے واعظین اور مبلغین کا تیار کرنا اور تبلیغ اور اشاعتِ اسلام کے لئے انہیں دنیا کے مختلف حصوں میں بھیجنا۔ کیونکہ یہ زمانہ ایک علمی زمانہ ہے اسلئے ضروری ہے کہ ایک مبلغ یا واعظ سارے ہتھیار اپنے ساتھ رکھتا ہو جن سے وہ دشمنوں کے ہر قسم کے حملوں کا دفعیہ کر سکے اور اسلام کی صداقت کو روشن دلائل کے ساتھ دوسرے لوگوں کے سامنے پیش کر سکے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے بارے میں وعدہ کیا تھا کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ ضرور ہے کہ اب وہ آپ کے پیروؤں اور مخلصین کی کوششوں سے پورا ہو اور اس کام میں ایک دن کا بھی توقف نہیں ہونا چاہیئے۔

(۵) حضرت خلیفۃ المسیح موعودؑ یہ چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ مہدی کی یادگار میں اعلیٰ پیمانے پر ایک مدرسہ قائم کیا جائے جس سے واعظین اور مبلغین تیار کئے جاویں۔

(۶) جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر پاکر یہ اعلان کیا تھا کہ آپ کی وفات کا وقت بہت قریب آ گیا ہے اس وقت بھی آپؑ کے ارشاد کے مطابق ایک مدرسہ دینیہ قائم کیا گیا تھا مگر فنڈ کی کمی بھی اسلئے وہ ناقص حالت میں رہا ہے۔

(۷) دینی مدرسے کو اعلیٰ پیمانے پر چلانے کے لئے عمدہ مکان، ایک بڑی لائبریری، اعلیٰ درجے کے سٹاف اور کافی تعداد وظائف کی ضرورت ہو گی۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم اپنی کتابوں کا بڑا ذخیرہ کل ہی دیدیں گے اور انجمن تشحیذ الاذہان بھی اپنی لائبریری دینے کا وعدہ کرتی ہے۔

(۸) ہم ایمان رکھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ منشاءِ ایزدی اس وقت اشاعت اور تبلیغِ اسلام کا مؤید ہے اور یہ کام ہو کر رہیں گے۔ بہرحال اس دینی مدرسہ میں قرآن کریم اور سنّت کی تعلیم اعلیٰ پیمانے پر دی جائے گی اور اسی نئے علم کلام کے مطابق جس کے اصول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قائم کر گئے ہیں۔ خدا نے چاہا تو یہ مدرسہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہو گا۔ آخر میں ہماری یہ التماس سب احباب کی خدمت میں ہے کہ وہ اپنے کام میں جو نصرتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا کام ہے لگے رہیں۔ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔"

(۲)

۱۹۰۸ء میں مخالفینِ احمدیت کے خیالات کا اندازہ کرنے کے لئے آپ جماعت احمدیہ کی مدرسہ احمدیہ کے بارے میں مذکورہ بالا تجویز پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے حسب ذیل الفاظ بغور ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:۔

"خلیفہ نور الدینؓ نے حکم دیا ہے
کہ مرزا کی یادگار میں دینی مدرسہ
قائم کیا جائے۔ ہم بھی اس مدرسہ
کی تائید کرتے ہیں۔ امید ہے کہ
مرزا صاحب کے راسخ مرید جی
کھول کر اس میں چندہ دیں گے کہ
آخر کار یہ مدرسہ ہمارا ہوگا
اور مرزائی خیال عنقریب
نسیاً منسیاً ہو کر اڑ جائیگا"
(رسالہ مرقع قادیانی امرتسر
ستمبر، اکتوبر ۱۹۰۸ء)

ظاہر ہے کہ اس وقت بانیٔ سلسلہؑ کی وفات کی وجہ سے احمدیوں کے دل زخمی تھے مگر وہ اصل مقصد ـــــ اشاعتِ دین ـــــ کے لئے کمربستہ ہیں اور اس کے لئے ایک خاص یادگاری دینی مدرسہ کی بنیاد رکھتے ہیں۔ دوسرے لوگ ان پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ چند روزہ بات ہے یہ سب تجویزیں ناکام ہوں گی اور تمہارے خیالات نسیاً منسیاً ہو جائیں گے۔

آج مدرسہ احمدیہ کی بنیاد پر ساٹھ برس گزر چکے ہیں اور دنیا میں صدہا انقلابات ہو چکے ہیں مگر یہ مدرسہ جوں کا توں قائم ہے اور روز بروز ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ مدرسہ احمدیہ سے جامعہ احمدیہ بن گیا ہے۔ اس ساٹھ سال میں اس مدرسہ سے صدہا علماء و فضلاء فارغ التحصیل ہو کر اکنافِ عالم میں اشاعتِ دین کا فریضہ بجا لا رہے ہیں کس قدر ایمان افروز یہ منظر ہے اور کتنی روح افزا یہ حقیقت آنکھوں کے سامنے ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۲۲ء میں جب غیر احمدی علماء نے ایک بڑا جلسہ قادیان میں جماعت کے خلاف کیا تھا ان علماء میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی تھے۔ علماء نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہم احمدیوں کے مقامات مقدسہ اور مدارس بھی دیکھنا چاہتے ہیں چنانچہ ایک درجن کے قریب علماء کو تمام قادیان کی سیر کرائی گئی اور انہیں رخصت کرنے سے پیشتر مدرسہ احمدیہ کے ایک وسیع کمرہ میں لایا گیا جہاں پر سب طلبہ اور فارغ التحصیل حاضر الوقت علماء سلسلہ بھی جمع تھے۔ مدرسہ کے ہمارے بزرگ اساتذہ میں سے حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ، حضرت قاضی سید امیر حسین صاحبؓ، حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؓ، حضرت مولانا غلام نبی صاحب مصریؓ اور بہت سے اساتذہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس خوبی کا اعتراف نہ کرنا بے انصافی ہے کہ ان میں عام علماء کی نسبت رواداری، خندہ پیشانی اور ظرافت کا کافی مادہ موجود تھا۔ وہی غیر احمدی علماء کے

اُس وقت لیڈر تھے۔ حضرت میر قاسم علی صاحب مرحوم ؓ ایڈیٹر اخبار فاروق ان علماء کو علماء سلسلہ سے متعارف کروا رہے تھے۔ ایک ایک کے پاس لیجا کر بتلاتے کہ یہ بھی مولوی فاضل ہیں، یہ بھی مولوی فاضل ہیں اور یہ سب مدرسہ احمدیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ یہ منظر بہت ہی ایمان افروز اور خوشکن تھا۔ میں ان دنوں مدرسہ احمدیہ کی ساتویں جماعت (مولوی فاضل کے حصہ اولیٰ) میں پڑھتا تھا۔ حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کا انداز اور علماء کے تاثرات قابلِ شنید و دید تھے۔

اسی موقعہ کی بات ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے آخر پر مجلس میں کہا کہ آؤ دعا کریں۔ چنانچہ چند دعائیہ کلمات جھٹ پڑھ کر ختم کر دیئے اس پر ہمارے جری استاد حضرت علامہ محدّث قاضی امیر حسین صاحبؓ نے (جن کا اور حضرت مولانا فاضل اجل سید سرور شاہ صاحبؓ کا مولوی ثناء اللہ صاحب اس مجلس میں بھی بہت ادب سے نام لیتے تھے) بے تکلفی میں جھبرہ کی پنجابی میں فرمایا "اوہ کھیڑا اجے تائیں دعا کرنی وی نہ آئی" پھر فرمایا کہ مسنون طریق دعا یہ ہے کہ پہلے حمد ہو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو پھر دعائیہ کلمات دُہرائے جائیں۔ میری آنکھوں کے سامنے یہ نظارہ ہے کہ اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے جھٹ کہا کہ ہاں قاضی صاحب آپ دعا کروا دیں۔ چنانچہ پھر حضرت موصوف نے باقاعدہ دعا کرائی اور سب نے آمین کہی۔

(۳)

مدرسہ احمدیہ (اب جامعہ احمدیہ) خدا کے مسیح کی یادگار ہے اور آپؑ کی صداقت پر ایک زندہ دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ادارہ سے ہر سال فارغ التحصیل علماء کی ایک جماعت میدان عمل میں آتی رہی ہے۔ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے طلبہ پنجاب یونیورسٹی کا مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کرتے ہیں۔ اکثر سالوں میں یونیورسٹی میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کرتے رہے ہیں۔ پھر تبلیغی مہارت اور موازنہ مذاہب کی تربیت کیلئے یہ فضلاء دو تین سال پڑھتے ہیں تب جاکر وہ جماعت کے معیار کے مطابق شاہد کی اعزازی ڈگری کے قابل سمجھے جاتے ہیں انہیں غیر ملکی زبانیں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے دسؔ طلبہ فارغ التحصیل ہو کر شاھد بن کر جامعہ احمدیہ سے میدانِ جہاد میں آ رہے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قدم پر ان کا حامی و ناصر ہو اور وہ خدمتِ دین کی بہترین توفیق پائیں۔ الفرقان (ٹائیٹل پیج صہ۲) پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کی معیت میں ان کا فوٹو شائع کر رہا ہے۔ فوٹو میں محترم جناب سید داؤد احمد صاحب جامعہ احمدیہ کے موجودہ پرنسپل حضور ایدہ اللہ بنصرہ کے دائیں جانب تشریف رکھتے ہیں باقی فارغ التحصیل طلبہ کے بیٹھنے کی ترتیب یہ ہے:۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے بائیں جانب عطاء المجیب راشد اور محمد لئیق احمد صاحب منور۔ محترم سید داؤد احمد صاحب کے دائیں طرف

بیٹھے ہوئے محمد جلال صاحب شمس ۔ کھڑے ہوئے دائیں جانب سے حسب ذیل ہیں: نصیر احمد صاحب شاد، حمید اللہ خان صاحب، عبد الغفار صاحب بہاولپوری، اللہ بخش صاحب، محمد اعظم صاحب اکسیر، عزیز الرحمن صاحب خالد، منور احمد صاحب ٹھٹیالوی ۔ طلبہ کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:۔

۱۔ مکرم عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے ابن ابو العطاء جالندھری ربوہ ۔

۲۔ مکرم محمد جلال صاحب شمس ابن مکرم محمد امیر صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ دار الرحمت شرقی ربوہ ۔

۳۔ مکرم اللہ بخش صاحب ابن مکرم چوہدری اللہ دین صاحب آف ادرحمہ ضلع سرگودھا ۔

۴۔ مکرم صدیق احمد صاحب منور ابن مکرم مہر الدین صاحب صاحب ٹھیکیدار جلسہ سالانہ آف قادیان ۔

۵۔ مکرم محمد اعظم صاحب اکسیر ابن مکرم مولوی محمد اشرف صاحب امیر جماعت احمدیہ بھیرہ ۔

۶۔ مکرم عبد الغفار صاحب بہاولپوری ابن مکرم ملک خدا بخش صاحب آف بہاولپور ۔

۷۔ مکرم حمید اللہ صاحب ابن مکرم رحمت اللہ صاحب آف رائے پور ضلع سیالکوٹ ۔

۸۔ مکرم منور احمد صاحب ٹھٹیالوی ابن مکرم عبد الرحمن صاحب عاکف محلہ دار النصر ربوہ ۔

۹۔ مکرم نصیر احمد صاحب شاد ابن مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب عزیز پور ڈگری ضلع سیالکوٹ ۔

۱۰۔ مکرم عزیز الرحمن صاحب خالد ابن مکرم منشی محمد صاحب مرحوم کارکن تحریک جدید ربوہ ۔

تقریب فوٹو:۔

شاہد کلاس کے طلباء کی دلی خواہش تھی کہ حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ گروپ فوٹو کی سعادت نصیب ہو ۔ چنانچہ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۶۹ء کو حضور کی خدمت میں مکرم جناب پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ کے توسط سے اس سلسلہ میں درخواست کی گئی جس کو حضور ایدہ اللہ نے نہ صرف منظور فرما لیا بلکہ اپنے خدام کو اپنے ساتھ چائے کے لئے بھی مدعو فرمایا ۔ چنانچہ ۲۰ فروری ۱۹۶۹ء کو بعد نماز عصر حضور کے دفتر کے احاطہ میں یہ گروپ فوٹو لیا گیا ۔ اس کے بعد سب طلبہ کو مکرم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی معیت میں حضرت اقدس کے ساتھ چائے پینے کی سعادت بھی نصیب ہوئی ۔ قریباً پون گھنٹہ تک حضور اپنے خدام میں تشریف فرما رہے ۔ ہر ایک سے انفرادی طور پر متعارف ہونے کے علاوہ حضور نے میدان عمل میں آنے والے شاہدین کو اپنی زریں ہدایات سے بھی نوازا ۔ فالحمد للہ علی ذالک ۔

(۴)

وکالتِ تعلیم ہر سال شاہد کلاس کا امتحان لیتی ہے ۔ اس مرتبہ ان طلبہ کا قرآن مجید، حدیث، عربی ادب، فقہ، کلام، موازنہ مذاہب، اشتراکیت، انگریزی و تقاریر و انٹرویو مضامین کے ۱۴ پرچوں کا امتحان لیا گیا ۔ محترم جناب میاں عبد الرحیم

صاحب وکیل التعلیم کی اطلاع کے مطابق طلبہ کے حاصل کردہ نمبر حسب ذیل ہیں :-

• عطاء المجیب راشد	(اوّل)	۱۰۷۹
• محمد جلال شمس	(دوم)	۹۷۹
• صدیق احمد منوّر	(سوم)	۹۰۸
• اللہ بخش		۸۹۲
• محمد اعظم اکسیر		۸۹۲
• نصیر احمد شاد		۸۲۵
• عبدالغفار		۸۰۴
• عزیز الرحمٰن خالد		۸۰۴
• منوّر احمد سٹھیالی		۷۸۲
• حمید اللہ خان		۷۷۹

اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی مبارک کرے آمین۔

ضروری اپیل

احبابِ جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ اشاعت اسلام کے فریضہ کی کامل ادائیگی کے لئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنے ہونہار بچوں کو جامعہ احمدیہ میں داخل کرائیں جن کی زندگیاں خدمتِ دین کے لئے وقف ہوں تا وہ دُنیا بھر میں دین کے پرچم کو بلند کرنے والے ہوں۔ ماں باپ کو بھی دائمی اجر ملے اور بچوں کو بھی رضاءِ الٰہی حاصل ہو اور الٰہی نوشتہ پورا ہو۔ احبابِ جماعت کو اس طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے +

اب ستاروں کے راز داں تم ہو![له]

ناجی سبزواری

احمدیت کے پاسباں تم ہو
زندہ اسلام کے نشاں تم ہو
دن گئے جب کہ چاند ہوتا تھا
اب ستاروں کے رازداں تم ہو
ساری دُنیا کے تم مربّی ہو
آزمائش ہے وہاں جہاں تم ہو
اپنے اسلاف پر نظر رکھنا
وہ کہاں پر تھے اور کہاں تم ہو
دَورِ حاضر نے تم کو للکارا
آگے آؤ کہ نوجواں تم ہو
تم سے شیطان بدگماں ہو جائے
اور شیطاں سے بدگماں تم ہو
دُور تاریکیاں ہوں دُنیا کی
افقِ عالم پہ جب عیاں تم ہو
کفر و تثلیث پہ جو برسے گی
آج اُس آگ کا دھواں تم ہو
جو پرندے مسیح نے پکڑے تھے
ان پرندوں کے آشیاں تم ہو

ہم ہیں مشتاق اور تم "بیزار"
جا رہے رُوٹھ کر کہاں تم ہو

له یہ نظم شاہدین کی الوداعی پارٹی میں پڑھی گئی +

روزنامہ
الفضل ربوہ

الفضل جماعت احمدیہ کا واحد روزنامہ ہے۔
اس کا ہر احمدی گھرانہ میں پڑھا جانا نہایت ضروری ہے
اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات طیبات،
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے روح پرور
ارشادات و خطبات جمعہ اور علماء سلسلہ کے اہم علمی مضامین
شائع ہوتے ہیں۔ اہم جماعتی و ملکی خبریں بھی شائع ہوتی ہیں۔
اس کی خریداری آپ کا جماعتی فرض ہے۔ خود بھی پڑھیے
اور اپنے احباب کو بھی مطالعہ کے لئے دیجئے!

(مینجر)

ماہنامہ
تحریک جدید ربوہ

"اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار"

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور
غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں۔

سالانہ چندہ: دو روپے

مینجنگ ایڈیٹر

الفردوس
انارکلی میں
لیڈیز کپڑے کے لئے
آپ کی اپنی
دکان ہے
الفردوس
۸۵۔ انارکلی لاہور

تین ضروری اعلان

(۱)

الفرقان کے پرانے رسالے نصف قیمت پر

ماہنامہ الفرقان ربوہ کے ۱۹۵۲ء سے لیکر ۱۹۶۸ء تک کے ایک سو دس (۱۱۰) متفرق مہینوں کے عام رسالے دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ سب رسالے نہایت مدلل اور ٹھوس مضامین پر مشتمل ہیں۔ ان سب رسالوں کی مجموعی قیمت چھیاسٹھ (۶۶) روپے سے کچھ زیادہ بنتی ہے۔ جو دوست سب رسالے خرید کریں گے انہیں کل رسالہ جات نصف قیمت یعنی تینتیس (۳۳) روپے میں دیئے جائیں گے۔ (علاوہ محصولڈاک)

یہ رعایت اس سال کے ماہ جون ۱۹۶۹ء تک ہے۔ رسالے کم ہو رہے ہیں۔ شائقین جلد خریدلیں۔ بعد میں یہ رسالے نایاب ہو جائیں گے اور پھر کسی قیمت پر نہ مل سکیں گے۔

(۲)

مجلّد مکمّل فائل

علاوہ ازیں ۱۹۶۴ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء، ۱۹۶۸ء کے مکمل فائل مجلد صورت میں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں۔ ہر مجلّد فائل کی قیمت آٹھ روپے ہے۔ علاوہ محصولڈاک۔

(۳)

خاص نمبروں کے متعلق اعلان

ماہنامہ الفرقان کے خاص نمبر تاریخی حیثیت رکھتے ہیں مندرجہ ذیل خاص نمبر قابل فروخت ہیں :-

(۱) خاتم النبیین نمبر ۱/- (۲) سیرۃ خیر البشر نمبر ۱/- (۳) حضرت حافظ روشن علیؓ نمبر ۱/- (۴) حضرت میر محمد اسحاقؓ نمبر ۱/- (۵) حضرت قمر الانبیاءؓ نمبر ۲/- (۶) حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ نمبر ۱/- (۷) خلافت نمبر ۸۲/- (۸) جہاد نمبر ۱/- (۹) درویشان قادیان نمبر ۲/۵ علاوہ محصولڈاک۔

مینجر الفرقان ربوہ

جماعت احمدیہ اتر پردیش یو پی (بھارت) کی سالانہ کانفرس

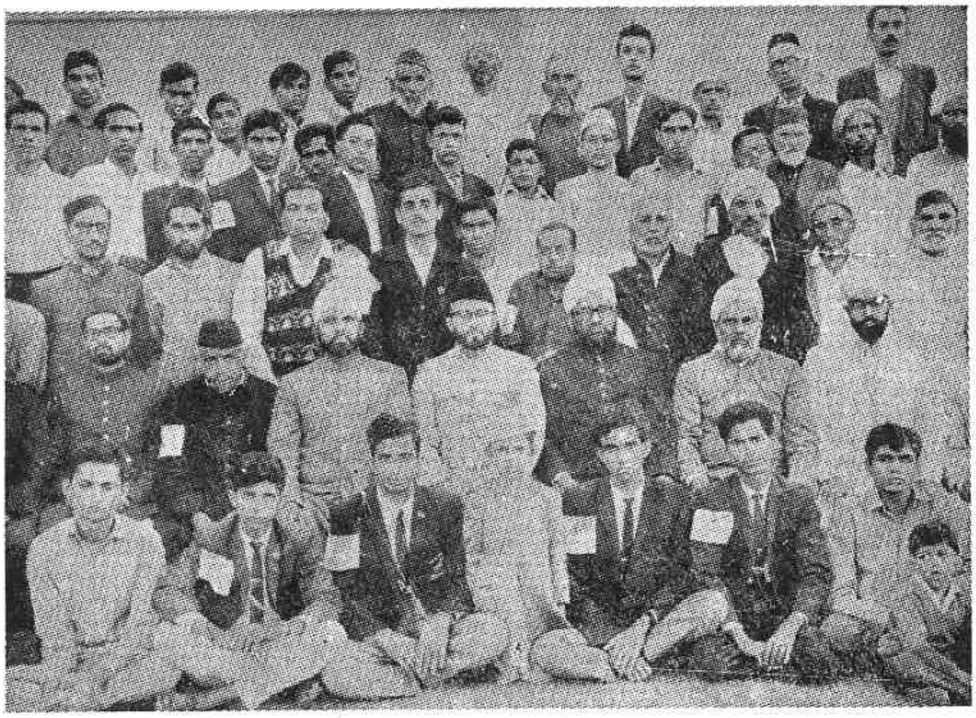

گذشتہ سال ۴ - ۵ نومبر ۱۹۶۸ کو شاہجہانپور (بھارت) میں جماعت احمدیہ کی نہایت کامیاب تبلیغی کانفرس منعقد ہوئی - اس موقعہ پر مرکز سلسلہ سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃوتبلیغ (درمیانی کرسی پر) نے بھی شمولیت فرمائی - متعدد اجلاسوں میں بکثرت شامل ہونے والے سامعین کو پیغام حق پہنچایا گیا - علماء سلسلہ کی تقاریر پوری توجہ سے سنی گئیں -

MONTHLY **AL-FURQAN** RABWAH

Hijrat 1348 H.S. | May 1969 | Regd. No. L 5708

تردید عیسائیت

کے سلسلہ میں ان کتب کا مطالعہ آپ کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

• مباحثۂ مصر
قیمت ۶۲۔

(عیسائیت کے بنیادی عقائد پر جناب مولانا ابوالعطاء صاحب مبشر اسلامی اور مشہور عیسائی پادری ڈاکٹر فلپس کے مابین فیصلہ کن مباحثہ)

• تحریری مناظرہ
قیمت ۱۰۵۰

(الوہیت مسیح کے بارہ میں جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل اور مشہور عیسائی پادری عبدالحق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ۔ جس میں دو دو پرچے لکھے جانے کے بعد پادری صاحب نے مزید کچھ لکھنے سے انکار کر دیا)

• مباحثہ مصر کا انگریزی ترجمہ
قیمت ۱۰۲۵

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جملہ کتب ہمارے مکتبہ سے مل سکتی ہیں۔

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا